وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

وفاق المدارس

ملتان

جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۹ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مارچ/اپریل ۲۰۲۴ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27، فیکس نمبر 061-6539485

Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ● مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان

شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

رمضان المبارک کی آمد اور ہماری ذمہ داری	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمہ اللہ	۳
قادیانی ملزم سے متعلق حالیہ عدالتی فیصلے کے ممکنہ اثرات ومضمرات	مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی	۷
سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ کیوں متنازعہ ہے؟	محمد اَحمد حافظ	۱۲
مولانا کا شہباز شریف سے گلہ بجا ہے!	مولانا مفتی منیب الرحمٰن	۱۵
فنِ جرح وتعدیل کا تعارف اور بنیادی اُصول	مولانا محمد صدیق ابوالحاج مظفری	۱۸
دلِ مردہ ''دل'' نہیں، اُسے زندہ کر دوبارہ	مولانا عبدالقوی ذکی حسامی	۲۷
ماہِ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات	مولانا محمد اجمل قاسمی	۳۱
حفاظ کرام! تراویح سے پہلے یہ چند سطریں پڑھ لیجیے!	مبشر بن محمد کاوی	۳۵
مولانا سلیم الدین شمسی کا خلاصہ مضامین قرآن	جناب عبدالمتین منیری	۴۰
اِلحاد کی تعریف اور قدیم وجدید الحاد	جناب طارق علی عباسی	۴۲
غزہ جنگ نے اسرائیلی معیشت کی کمر توڑ دی	جناب محمد وقاص	۴۶
مسجد اقصیٰ تعارف اور جغرافیائی حدود	مولوی احسان اللہ سکھروی	۴۹
صوبہ بلوچستان میں وفاق کے پرچہ جات کی جانچ پڑتال	مولانا عبدالرزاق زاہد	۵۲
رُوداد مارکنگ پرچہ جات سالانہ امتحان 1445ھ	جناب محمد سیف اللہ نوید	۵۸
صوبہ خیبر پختونخوا میں پرچوں کی جانچ پڑتال	مولانا مفتی سراج الحسن	۶۰
وفاق المدارس کے تحت صوبہ سندھ میں پرچوں کی مارکنگ	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	۶۳

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

رمضان المبارک کی آمد اور ہماری ذمہ داری

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نور اللہ مرقدہ

الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلاۃ والسلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین، وعلی اله وصحبه اجمعین، ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین، اما بعد!

رمضان المبارک کی آمد نہایت ہی خوشی اور مسرت کا باعث ہے اور ہر مسلمان اس ماہِ مبارک کا اِستقبال کرتے ہوئے اَپنے دِل میں ایک خوشی محسوس کر رہا ہے اور اللہ کا شکریہ اَدا کر رہا ہے کہ اُس نے ایک بار پھر یہ مبارک مہینہ نصیب فرما کر روزہ جیسی اَہم عبادَت اَدا کرنے کا موقع دِیا ہے جس میں وہ اس عبادت کے ذریعہ تقویٰ کی صفت حاصل کرے گا اور اَپنے نفس اور خواہشات پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اَپنی اِسلامی شخصیت کو ظاہر کرے گا۔ روزہ اِسلام کے پانچ اَرکان میں ایک رُکن شمار ہوتا ہے۔ اِرشادِ باری ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

ترجمہ: ’’اے اِیمان وَالو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اَگلوں پر تا کہ تم پرہیزگار بن جاوٴ۔‘‘ (البقرۃ: ۱۸۳)

آج ہر موٴمن کو اِس عظیم مہینہ کی آمد پر خوشی ہے، اِس لیے کہ یہ کمائی اور نفع حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ اِس ماہ میں ایک فرض کے اَدا کرنے پر ستر فرض کے برابر ثواب ملتا ہے جسے کسی دُوسرے مہینہ میں اَدا کیا جائے اور اِس ماہ میں نفلی عبادات کے اَدا کرنے پر فرض کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دَار کا روزہ اِفطار کرانے پر روزہ دَار کے برابر ثواب ملتا ہے چاہے پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ آج ہر مسلمان اِس مبارک مہینے کی آمد پر مسرت محسوس کر رہا ہے، کیوں کہ اُس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم کی یہ بشارَت ہے:

”عن ابی هریرۃ رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه، ومن قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه، ومن قام لیلة القدر ایماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه“(مشکوٰۃ، ص: ۱۷۳)

ترجمہ: ’’جس نے رمضان المبارک کا روزہ رَکھا اِیمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے تو اُس کے گزشتہ گناہ معاف کر دِیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کی رَاتوں میں عبادَت کی ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔‘‘

اِس مبارک ماہ کی آمد پر جنت کے دروازے کھول دِیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دِیا جاتا ہے تاکہ اِیمان وَالوں کے لیے اِس مبارک ماہ میں عبادت کرنا آسان ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم اِس مبارک ماہ کی آمد پر خاص اہتمام فرماتے تھے، شعبان کی آخری تاریخ میں حضراتِ صحابہ کرام رِضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کو جمع فرما کر اُن کے سامنے اِس مبارک ماہ کی اَہمیت، فضائل اور اس کی خصوصیات بیان فرماتے۔ تاکہ ہر مسلمان جب اس فریضے کو اَدا کرے تو اُس کے سامنے اس کی عظمت اور اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وَسلم کے بیان کردہ فضائل ہوں اور وہ اِس فریضہ کو اَدا کر کے اس سے پورَا پورَا فائدہ اُٹھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! تمہارے پاس ایک عظیم الشان مبارک مہینہ آ رہا ہے۔ اُس میں ایک رات ایسی ہے جس میں عبادت کرنا ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے کو فرض قرار دِیا ہے اور اُس کی رَاتوں کی عبادَت کو نفل قرار دِیا ہے جس شخص نے اس ماہ میں کوئی بھی خیر کا کام کیا اُسے ایک فرض کے برابر ثواب ملے گا، جو کسی نے رمضان کے علاوَہ اَدا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں ایک فرض اَدا کیا اُسے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا، جو کسی نے رمضان کے علاوہ اَدا کیا ہو۔ اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ ہم دَردِی کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کے رِزق میں اِضافہ کر دِیا جاتا ہے، جس نے اس ماہ میں کسی روزہ دار کا روزہ اِفطار کرایا تو اُس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور اُس کی گردن آگ سے آزاد ہو جائے گی اور اُسے اس روزہ دار کے ثواب کے برابر اَجر ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص کے بس کی بات نہیں کہ وہ روزہ دار کو روزہ اِفطار کرائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَسلم نے فرمایا کہ یہ ثواب اللہ تعالیٰ ہر اُس شخص کو عطا فرمائے گا جس نے روزہ دَار کو روزہ اِفطار کرایا چاہے ایک کھجور سے یا سادے پانی سے یا دُودھ کے گھونٹ سے۔ پھر فرمایا: یہ ایسا مہینہ ہے جس کے ابتدائی حصہ میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور درمیانے حصے میں گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے اور آخری حصہ میں گردنوں کو آگ سے آزاد کرایا جاتا ہے، جس شخص نے اس مہینہ میں اَپنے غلام اور خادِم کے کام میں تخفیف کر دِی، اللہ اسے معاف کر دے گا اور اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا، اس مہینہ میں چار خصلتوں کو کثرت سے بجا لاؤ ان میں دو خصلتیں تو وہ ہیں جن کے ذریعے تم اَپنے رَب کو رَاضی کرو گے اور دو خصلتیں وہ ہیں جن کے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں۔ وہ دو خصلتیں جن کے ذریعے تم اَپنے رَب کو رَاضی کرو گے: ایک کثرت سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ پڑھو اور دُوسری کثرت سے اِستغفار کرو اور دو وہ خصلتیں ہیں جن کے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں ایک اُس سے جنت کا سوال کرو اور دُوسری اللہ تعالیٰ سے آگ کی پناہ مانگو اور جو

شخص روزہ دار کو پانی پلائے گا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوضِ کوثر سے پانی پلائے گا جس کے پینے کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔‘‘(الترغیب:۱/۲۲۸)

رمضان المبارک کا مہینہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، اِس ماہ میں جس قدر ہو سکے قرآنِ کریم کی تلاوت کی جائے اور اللہ جل شانہ کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہوا جائے، محدثُ العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے، اَنوار وتجلیاتِ ربانیہ سایہ فگن ہوں گی، عاصی پُر معاصی ابنِ آدم کے لیے سامانِ مغفرت تیار ہوگا، جوادِ مطلق کے جود وکرم کا فیضان عام ہوگا، ایمان وعمل کی بہار آئے گی، توفیق وسعادت، شکست خوردگانِ معصیت کا دَامن تھامے گی، رندانِ بادہ نوش بھی ایک بار توبہ وانابت کی سلسبیل میں غوطہ لگا کر قدسیوں سے قدم ملانے کی ہمت کریں گے، اَبوابِ جنت مفتوح ہوں گے، اَبوابِ جہنم پر قفل چڑھادِیئے جائیں گے، ’’اے خیر کے طالب! آگے بڑھ اور اے شر کے قاصد رُک جا‘‘ کی غیبی صدائیں بلند ہوں گی، ہر رَات بے شمار گنہ گاروں کی آتش دوزخ سے آزادی کے فیصلے سنائے جائیں گے۔

نفس اَمارہ کے تزکیہ واِصلاح کے لیے حق تعالیٰ نے روزہ فرض فرمایا تا کہ مؤمن تقویٰ کے بلند مراتب حاصل کر کے مرتبہ وِلایت پر فائز ہوجائے، رَاتوں کو قرآنِ کریم سننے سنانے کی ترغیب دِی اور اَپنا کلامِ پاک بندوں کی زبان پر جارِی کرنے کے مواقع بہم فرمائے، روزہ سے نفس کے تزکیہ کا سامان اور رُوح کی تربیت کے لیے کلامِ پاک سے بہرہ اَندوز ہونے کا اِنتظام فرمایا گیا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اِس ماہِ مبارک میں زمین کا رابطہ ملاءِ اَعلیٰ سے قائم کر دِیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو جب سے لیل ونہار کا نظام قائم فرمایا ہے عجیب وغریب برکات وتجلیات کا موسم بنایا ہے اور اِس خاک کے پتلے کی اِصلاحِ رُوح وتہذیبِ نفس کے لیے جب کبھی کوئی آسمانی تحفہ اُتارا ہے اس کے لیے اِسی ماہ کا اِنتخاب فرمایا گیا ہے، صحف ابراہیم سے قرآنِ کریم تک تمام رُوحانی تحفے اور عجیب عجیب اَحکامِ ربانی اور قوانینِ الٰہی پر مشتمل نظام نامے سب اِسی ماہِ مبارک کی برکات ہیں... اَلغرض حق تعالیٰ نے اَزل ہی سے کائنات کو اَپنی رحمت سے سرفراز کرنے کے لیے اِس ماہِ مبارک کو مشرف فرمایا ہے۔

بہر حال رمضان مبارک مصحفِ سماویہ اور کتبِ اِلٰہیہ خصوصاً قرآنِ کریم کی ایک دِینی یادگار رہے، جو وحی آسمانی نے خود قائم کی ہے، لیکن اس یادگار اور جشنِ وحی کے لیے صرف یہ صورتیں نہیں رَکھی گئیں کہ جگہ جگہ چراغاں کیا جائے، دَر ودِیوار عجیب وغریب جاذبِ نظر ودِل کش مناظر سے آراستہ کیے جائیں، رَنگا رَنگ قمقموں سے سرزمین جگمگا اُٹھے، شامیانے لگائے جائیں، تفریحات کا دور دورہ ہو، عبادَت کی فکر ہو نہ نماز کا خیال، خدا کا نام ہو نہ کوئی دِینی

کام، بے جا اِسراف وتبذیر کر کے قوم اور ملک کی توانائی کو ختم کیا جائے، گویا ایک خدا فراموش قوم کی زِندگی ہو جس کو ابتداء کی فکر نہ اِنتہاء کا تصور، نہ مبداء کا خیال ہو نہ معاد کا عقیدہ، یوں ہی لہوولعب کی دُنیا ہو اور عیش پرستی کا سامان۔

آج کل جو یادگاریں قائم کی جاتی ہیں اُس کا حاصل تو یہی ہوتا ہے لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں اِصلاحِ نفوس کے لیے بھیجی ہو، جس سے رُوحوں کو جلا ملے، جس سے اِنسان حیوانات اور دِرِندوں کی صف سے نکل کر فرشتہ خصلت بن جائے، غریبوں اور فقیروں کی خبر گیری کی جائے، مسکینوں، یتیموں پر رحم کیا جائے، اَلغرض اِنسان اِنسانیت کے اَعلیٰ ترین اَخلاق واوصاف سے آراستہ ہوجائے، انہی مقاصد کے پیشِ نظر حق تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک کے روزے فرض کر دِیئے اور رَاتوں کو قیام کی سنت جارِی فرمادِی، تاکہ بندۂ مؤمن اس کی رَاتوں میں قرآن پڑھے یا سنے، کبھی بارگاہِ عظمت وجلال کے سامنے سربسجود ہوکر، کبھی جھک کر تعظیم وتقدیس بجالائے، کبھی کھڑے ہوکر قرآنِ کریم کے رِقت اَنگیز نغموں سے دِل کو گرمائے اور ''**یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ**'' وہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی کا پیکر بن جائے اور دِنوں میں اِسی قرآن پر عمل کی توفیق نصیب ہو، آنکھیں نیچی اور زبان کلمۂ خیر کے علاوہ بند رَکھے، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، نفسانی خواہشات کے کسی تقاضے کو پورَا نہ کرے، صدقہ وخیرات کرے، ہر کارِ خیر کی طرف لپکے اور اُس کی بجا آورِی میں دریغ نہ کرے، ہر بُرائی سے بچے، اَلغرض سیرت وصورت اور عمل وکردَار کے لحاظ سے سراپا فرشتہ بن جائے، ظاہر وباطن کی ایسی اِصلاح ہوجائے کہ اُس کے سرتاپا سے ظاہر ہو کہ یہ ایک باخدا قوم کا فرد ہے، اَب آپ کے خیال میں ماہِ رمضان اور نزولِ قرآن کا باہمی تعلق وَاضح طور پر آ گیا ہوگا، یہ ہے حقیقی یادگار نزولِ قرآن کی۔'' (بصائر وعبر، جلد دوم، ص:۴۰۷)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ ماہِ مبارک کی آمد پر خوشی کا اِظہار کرے اور دِل سے اس کا اِستقبال کرے، دِن میں روزہ رَکھے اور اُس کے تمام آداب بھی بجالائے، اس کی رَاتوں کو تراوِیح اور عبادَت میں گزارے۔ قرآنِ کریم کی تلاوَت کرے اور اَپنی اِستطاعت کے مطابق فقراء ومساکین کی خدمت کرے، نیز روزے کی حالت میں اَپنی زبان، آنکھ، کان، ہاتھ اور سارے اَعضائے جسم کی گناہوں سے حفاظت کرے۔ تاکہ یہ فرض اللہ کے ہاں قبول ہو اور اس کے اَچھے اَثرات ہمارِی زِندگی میں ظاہر ہوں۔

☆......☆......☆

قادیانی ملزم سے متعلق حالیہ عدالتی فیصلے کے ممکنہ اثرات ومضمرات

مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
مشرف تخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

سپریم کورٹ آف پاکستان نے مورخہ 6فروری2024،کوجسٹس قاضی فائزعیسی اورجسٹس مسرت ہلالی کی زیرِ سماعت فوجداری پٹیشن نمبر1054-ایل اور1344-ایل بابت 2023 کے تحت قادیانی ملزم مبارک احمد ثانی پر عائدالزامات کوخارج کردیااوراسے ضمانت دے دی،ملزم پر قادیانیوں کے معروف مذہبی پیشوامرزابشیرالدین محمود کی تحریر کردہ "تفسیرصغیر" کی تقسیم/ پھیلانے کا الزام تھا،اس فیصلے سے متعلق شریعتِ اسلامیہ اور ملکی آئین کے ماہرین کے علاوہ مختلف حلقوں کی طرف سے مختلف رجحانات اور جذبات سامنے آرہے ہیں اور ملک میں بجاطور پر تشویش پنپ رہی ہے۔اس تناظر میں مذکورہ فیصلہ بھی نظر گزار ہوا،جس کے مطالعہ کی روشنی میں خیرخواہانہ اصلاحی کوشش کے طور پر مذکورہ فیصلے کے بنیادی تاثر اورمنفی اثرات'ہردو سے متعلق ہمارا مذہبی حق اور آزادیء اظہارِرائے بھی پیش خدمت ہے:

مذکورہ فیصلے کا بنیادی تاثر یہ ہے کہ ملزم مبارک احمد ثانی قادیانی کے خلاف مقدمہ اورفردجرم قانونی سقم کی وجہ سے غیرمؤثر ہے،اس لیے مقدمہ کا سابقہ فیصلہ کالعدم کیا جاتا ہے اورملزم کوضمانت دی جاتی ہے،جس کی تفصیل یوں ہے کہ مجرم پراسلام آباد ہائی کورٹ نے تین فردِجرم عائد کیے تھے:

1) پنجاب قران پاک (پرنٹنگ اینڈ رکارڈنگ) ایکٹ کے سیکشن 7 کے تحت مجرم پر قرآن پاک کی مسلمانوں کی تشریح وعقائد کے خلاف قادیانی تفسیر/ترجمہ شائع کرنے کا الزام تھا۔

اس جرم کی تنسیخ کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ مدعی کی ایف آئی آر کے مطابق یہ جرم 2019 میں کیا تھا،جب کہ مذکورہ قانون 2021 میں اطلاق پذیر ہوا ہے،چناں چہ ملزم کے بارے میں سابقہ فیصلہ کالعدم کیا جاتا ہے،یہاں پہلی بات تو یہ قابلِ غور ہے کہ یہ قانون 2021ء میں نہیں بنا، بلکہ 2011ء میں بنا ہے،2021ء میں محض سزا میں اضافہ کیا گیا ہے،جس پر ماہرین مزید بحث فرماسکتے ہیں،مگر یہاں ہمارے درمیان تشویش کا پہلو یہ

سامنے آرہا ہے کہ اس فیصلے کے ذریعہ یہ تأثر لیا جاسکتا ہے کہ 1947 سے 2021 تک کی جانے والی قرآنی تحریفات قابلِ سزا نہیں اور آج سے قبل اس قسم کی تحریفات پر مبنی مواد کی اشاعت اور تبلیغ' جرم نہیں کہلائے گی؛ کیوں کہ تحریفِ قرانی پر سزا کا قانون 2021 میں منظور ہوا، نیز آئندہ کے لیے اس نوع کے مجرم کو قانونی پناہ ملنے کے امکانات کا استدلال بھی کیا جاسکتا ہے اور اس فیصلے کو "رپورٹنگ" (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) کے لیے منظور کرنے سے یہ تأثر تقویت پارہا ہے۔

3،2)295-بی اور 298- سی، یعنی قادیانیوں پر اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کی ممانعت اور قران پاک کی حرمت کے قانون کے الزام کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا کہ اصل ایف. آئی . آر . میں مجرم پر یہ الزام درج نہیں، حالاں کہ 1974ء کے آئین کے تحت پاکستان پینل کوڈ کے سیکشن 298 سی اور 298 بی میں واضح طور پر موجود ہے کہ:

1) قادیانی اپنی عبادت گاہ کو 'مسجد' نہیں کہہ سکتے،

2) اذان نہیں دے سکتے،

3) اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے،

4) اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتے،

5) اپنے مذہب کی دعوت نہیں دے سکتے۔

اس واضح اور معروف قانون کے ہوتے ہوئے معزز جج صاحبان کا محض یہ فرمانا کہ ایف. آئی. آر . میں الزام درج نہیں' بظاہر کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، اس پر اہل قانون اور اہل فقہ آزادیٔ اظہارِ رائے اور مذہبی حق کی تشریح کے طور پر روشنی ڈالیں گے اور ضرور ڈالنی بھی چاہیے، اسی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ فیصلہ میں شاید استغاثہ کو جرح اور دفاع کا خاص موقع نہیں دیا گیا، ورنہ اس عام معروف قانون کا جب ہمارے جیسے عام شہریوں کو علم ہے تو سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان اور ملزم کے جس وکیل کو جج صاحبان نے ''ماہر وکیل'' قرار دیا؛ یہ قانون ان کی توجہ سے کیوں محروم رہا؟ بہر حال غور کا مقام ہے، اس لیے بظاہر یہ تأثر درست نہیں ہے کہ مبارک احمد قادیانی کے بارے میں سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ محض قانونی سقم کی بنیاد پر سرزد ہوا ہے، بلکہ اس فیصلے کے دیگر اثرات اور مضمرات کا قابلِ بحث ہونا بھی ایک فطری عمل ہے۔

چناں چہ مذکورہ بالا فیصلے کی بابت درج ذیل مضمرات اور تجزیات؛ ہمارے علمی اور عوامی حلقوں میں مسلسل دہرائے جارہے ہیں، اس لیے متعلقہ فورم تک یہ تأثرات پہنچانے اور ازراہِ نصح وخیر خواہی مذکورہ فیصلے پر نظر ثانی کی

غرض سے یہ گزارشات قدرے واضح الفاظ میں ملاحظہ ہوں:

I. فیصلے کے پیراگراف نمبر 9 میں مذہبی آزادی کے آئینی حق کا ذکر کیا گیا، جس کی رُو سے ہر شہری کو مذہب کے اختیار کرنے، عمل کرنے اور تبلیغ کرنے کا حق ہے اور اسی طرح ہر مذہبی گروہ کو مذہبی ادارے کے قیام اور اس فرقے کے زیرِ انتظام چلائے جانے والے ادارے میں مذہبی تعلیم دینے کی آزادی کا ذکر ہے۔

اس قانون سے قادیانی گروہ اس وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے جب وہ اسلامی شریعت اور ملکی آئین کے طور پر خود کو دیگر اقلیتی مذاہب کی طرح اپنی مخصوص شناخت کے ساتھ الگ مستقل فرقہ ڈکلیر کروائیں، جب کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کی شق 298 سی، (جو قادیانی فرقے کے کسی فرد کو بوجوہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے، کہلانے یا اپنے فرقے کی تبلیغ کرنے سے روکتی ہے)، یہ قانونی شق؛ مذکورہ مذہبی آزادی کے قانون سے قادیانیوں کی تخصیص کرتی ہے، لہٰذا قادیانی گروہ کو مذہبی آزادی کا عمومی حق دینا' مذہبی آزادی کے قانون کے تحت آئینی لحاظ سے بھی درست نہیں؛ کیوں کہ شریعت اور آئینِ پاکستان کی رُو سے وہ بطور مذہبی گروہ ڈکلیر ہی نہیں ہیں، بلکہ وہ زندیق ہیں، یعنی قادیانی گروہ شریعت اور آئین کی رو سے کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور اپنی تحریفات کو قرآنی مدلول باور کرانے اور اپنے قادیانی پیشوا کی شیطانی باتوں کو وحی الٰہی ماننے کے مجرم ہیں۔ اگر وہ اپنی اس حیثیت کا اعتراف کریں تو انہیں غیر مسلم اقلیتی گروہ کے حقوق حاصل ہو سکتے ہیں، ورنہ نہیں، لہٰذا جو گروہ اپنے مذہبی حق کے حصول کے لیے شریعت اور آئین کے بنیادی تقاضے پورے نہیں کرتا' اسے ہر حال میں مذہبی حق سے نوازنے کے فیصلے دینا بجا طور پر معنی خیز قرار دیے جائیں گے۔

II. پیراگراف نمبر 6 میں فاضل جج صاحبان نے اس بات کی تلقین کی ہے کہ "عقائد کے معاملات سے نمٹنے کے دوران عدالتوں کو انتہائی احتیاط برتنی چاہیے"، اور بطور دلیل یہ آیت پیش کی گئی: "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ"، اول تو آیت سے استدلال ہی بے محل ہے، آیت میں اکراہ سے مراد زبردستی کسی انسان کو اسلام قبول کروانے کی ممانعت ہے، جب کہ یہاں مسئلہ؛ کفر کو اسلام کہنے کا ہے، دوم یہ کہ احتیاط کا عنوان تو معاملے کی حساسیت اور سنگینی کی رعایت کرنے کا متقاضی تھا، لیکن مذکورہ فیصلے میں احتیاط کی تشریح لَا اِكْرَاهَ سے کرنا احتیاط کی بجائے بے احتیاطی کی دعوت یا اجازت ثابت ہو رہی ہے، یعنی ایک طرف جہاں ایف. آئی. آر. میں 298-سی اور 295-بی کے عدم ذکر کی وجہ سے الزام ہٹا دیا گیا تو دوسری طرف پیراگراف 6-10 تک امتناع قادیانی آرڈیننس کے معروف قانون کے مقابلے میں من چاہی تشریحات واستدلالات سے مجرم کو فائدہ پہنچانے کا تاثر اور اگلے مرحلے میں ایسے جرائم کے ارتکاب کے لیے حوصلہ افزائی کا واضح نقصان نظر آ رہا ہے۔

III.　　پیرا گراف نمبر 7 میں کہا گیا کہ:"مذہبی مجبوری آخرت میں جواب دہی کی الٰہی اسکیم کی بھی خلاف ورزی کرتی ہے"،تائید میں سورہ رعد کی آیت نمبر 40: فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور سورہ یونس کی آیت 99: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَن فِى الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ کا حوالہ دیا گیا اور بطور نتیجہ کہا گیا ہے کہ:"لیکن افسوس کے مذہبی معاملات میں غصہ بھڑک اٹھتا ہے اور قرآنی حکم کو ترک کر دیا جاتا ہے"، یہ دعویٰ اور استدلال بھی محلِ نظر ہے، مذکورہ آیتوں کا موضوع یہ ہے کہ نبی کا کام صرف تبلیغِ دین ہے،اسلام قبول کرنا ہر مخاطب شخص کا اختیاری فعل ہے، جب کہ زیرِ بحث مسئلے میں اسلام پیش کرنے کا معاملہ نہیں، بلکہ جھوٹے مذہب کو اسلام کہنے سے روکنے کا معاملہ ہے اور اسلام پر ڈاکہ زنی کی روک تھام کا معاملہ ہے؛ ایسے موقع پر قرآن کا لہجہ اور حکم؛ فیصلے میں بیان کردہ استدلال سے بالکل مختلف ہے،قولہ تعالیٰ: بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ج ترجمہ:''ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے''۔

الغرض مذکورہ فیصلے میں اس حقیقت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ہماری قوم کے مذہبی تصلب کو غصہ کے کھاتے میں ڈالنا؛ نہ صرف یہ کہ زیادتی ہے، بلکہ اس سے شرعی اور آئینی مجرم کی دادرسی کا بے تکا تأثر بھی ابھرتا ہے۔

IV.　　نیز دوسری آیت "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" سے جج صاحب کا استدلال کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے؛ کا یہ مطلب نہیں کہ مسلم معاشرے میں تحریف کی اجازت ہو اور تحریف سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، بلکہ قرآنی سیاق میں تو تحریف کو غیر مؤثر بنانے کا حکم ہے اور تحریف کے خلاف اسباب بندی کا بیان ہے جب کہ آیت سے استدلال اس کے برعکس کیا جارہا ہے،قرانی آیات سے ایسے بے معنی استدلالات؛تحریف معنوی کے زمرے بھی میں آسکتے ہیں،لہذا مسلمانوں پر احتیاط لازم ہے۔

V.　　پیرا گراف 10 کا متن ہے:اگر ریاست کے ذمہ داران قران پاک پر عمل کرتے،آئین پر غور کرتے اور قانون کا جائزہ لیتے تو مذکورہ بالا جرائم پر ایف. آئی. آر. درج نہ ہوتی،اس عبارت سے یہ تأثر عام ہو رہا ہے کہ مجرم مبارک احمد قادیانی کا تحریفات پر مبنی قادیانی تفسیر کی اشاعت کرنا کوئی قابلِ اشکال امر ہی نہیں اور ریاستی اداروں کا اس عمل کی روک تھام کرنا قرآن پاک پر عمل کی خلاف ورزی ہے اور آئین سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے،جب کہ حقیقت میں مذکورہ قضیے میں اس طرح کی غیر ضروری ابحاث کی طرف جانا نہ صرف یہ کہ بے محل ہے، بلکہ قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واجبی تعلق سے محرومی کی دلیل بھی ہے۔

VI.　　پھر ایک مبہم فیصلہ؛ جس میں واضح نوعیت کی واقعاتی حقیقت کو قانونی موشگافیوں میں الجھایا گیا ہے،

ایسے فیصلے کی "رپورٹنگ" کے لیے منظوری دینے سے کئی خدشات جنم لے رہے ہیں، یعنی اس فیصلے کو آئندہ کے لیے قانونی سند قرار دیا جاسکے گا اور آئندہ قانون کی تشریح اور مقدمات میں اسے بطور دلیل پیش کیا جاسکے گا، بظاہر عدالتی "رپورٹنگ" آئندہ کے لیے پروسیجرل سیف گارڈ کا درجہ رکھتی ہے؛ اس بناء پر مذکورہ معاملے میں مندرجہ ذیل خدشات تقویت پا رہے ہیں:

ا) نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس کے غیر شرعی عزائم کے لیے قانونی راہ ہموار ہوسکتی ہے۔

ب) مذہبی آزادی کی آڑ میں توہینِ رسالت کے قانون کا خاتمہ، اسی طرح آئین میں سے توہینِ مذہب کی دفعات کے خاتمے کے موضوع کو قوی دلیل فراہم ہوسکتی ہے۔

ج) شریعت اور صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کو کھلی چھوٹ فراہم کرنے کی جسارت کے لیے مذہبی آزادی اور آزادیِ اظہارِ رائے کے نام پر اس فیصلے کو سند بنایا جاسکتا ہے۔

چناں چہ پاکستان جیسے مذہبی ملک میں اس نوع کے فیصلوں سے قبل مسئلہ ختمِ نبوت کی بابت مسلم قوم کی مذہبی حساسیت کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے، تاکہ ملی وحدت، اداروں پر اعتماد اور میجورٹی کے مذہبی جذبات کا تحفظ برقرار رہے۔ اس وقت ہر طرف پوری مسلم قوم کی یہی صدا عام ہے کہ اس فیصلے کو فوری طور پر واپس لیا جائے اور آئندہ کے لیے منفی اثرات و باطل مضمرات کا تأثر دینے والے اس قسم کے فیصلوں کا مستقل بنیادوں پر سدِ باب کیا جائے۔ دینی خیر خواہی کے طور پر تمام متعلقہ ذمہ داروں سے یہی درخواست ہے، واللہ الموفق۔

اچھا برتاؤ

ہر احسان شناس انسان کی یہ قلبی آرزو ہوتی ہے کہ اسے ایسا طریقہ معلوم ہو جائے کہ جس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مالک کے حقوق بھی اس کی رضا کے موافق اداء کر سکے اور بندوں کے حقوق بھی اپنے خالق و مالک کی مرضی کے مطابق پورے کر سکے۔ اس پہلو سے جب اسلامی تعلیمات کا دیگر اَدیان و مذاہب کی تعلیمات سے موازنہ کیا جاتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جس قدر جامع اور عمدہ ترین تفصیلات دینِ اسلام، اور دینِ محمدی میں دستیاب ہیں اور کسی بھی دین و مذہب میں اس کا عشرِ عشیر بھی دستیاب نہیں ہوسکا ہے۔ اس سلسلے میں دینِ اسلام کے داعی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ ایک فرمان دیکھ لیا جائے کہ کس طرح اس میں تمام حقوق کو سمیٹ دیا گیا ہے:

الدين النصيحة قلنا: لمن يا رسول الله؟ قال: لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم (صحیح مسلم)

''دین اچھے بَرتاؤ کا نام ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کس کے ساتھ اچھا بَرتاؤ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے متعلق، اس کے رسول کے متعلق، مسلمانوں کے بڑوں کے متعلق اور عام مسلمانوں کے متعلق!''

سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ کیوں متنازعہ ہے؟

محمد احمد حافظ

وطن عزیز پاکستان میں ایک مدت سے یہاں کے باشندوں کے دینی معاشرتی اور اخلاقی معتقدات کے خلاف ایک منظّم کشاکش چل رہی ہے۔ ہر تھوڑے عرصے بعد کسی بھی عنوان سے ایک ہیجان برپا کر دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دین و وطن دشمن کچھ مخفی قوتیں ہیں جو ہمارے اداروں میں سرایت کر چکی ہیں، وہ نت نئے طریقوں سے یہاں کے سوادِ اعظم کے دینی اعتقادات پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک ردّعمل پیدا ہوتا ہے۔ اسی ردّعمل کو لے کر دینی طبقات خصوصاً علماء و مدارس دینیہ کے خلاف منظّم پراپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ہے۔

پچھلے ماہ الیکشن میں جس طرح دینی قوتوں کو سسٹم سے باہر نکالنے کے جتن کیے گئے ابھی اس پر پیدا ہونے والے ردّعمل کا طوفان ختم نہیں ہوا تھا کہ سپریم کورٹ کا قادیانیوں کے حوالے سے متنازعہ فیصلہ سامنے آ گیا، یقینی طور اہلِ دین کے کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے بجا طور پر جانا کہ یہ فیصلہ بھی پاکستان کی اسلامی شناخت کو داغ دار کرنے کی کوششوں کا ایک تسلسل ہے۔ ابھی اس فیصلے کی گرد تھمی نہ تھی کہ لاہور میں ایک خاتون کے اسلامی خطاطی والا لباس پہننے کے حوالے سے نیا فتنہ سامنے آ گیا۔ اس فتنے کی وجہ سے اچھے بھلے سمجھ دار لوگوں کو دینی طبقات پر دل خراش تبصرے کرتے دیکھا گیا......الامان والعیاذ باللہ!۔

قادیانیت کے حوالے سے واقعہ یہ ہوا کہ غیر مسلم اقلیت (قادیانیت) سے تعلق رکھنے والے چند ملزمان کی درخواست ضمانت پر فیصلہ دیتے ہوئے سپریم کورٹ کے دو رکنی بینچ نے ملزمان کی درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دیا، ان ملزمان پر مورخہ 06/12/2022 کو ایک ایف آئی آر نمبر 661/22 تھانہ چناب نگر ضلع چنیوٹ میں درج کی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد ملزمان نے (جن کی تعداد چھ ہے اور ان کے نام بھی لکھے ہیں) مورخہ 07/03/2019 کو اپنے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی اداروں کی تقریبات میں وہاں پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کو مرزا بشیر الدین محمود کی تفسیر ''تفسیر صغیر'' کے نسخے تقسیم کیے؛ جبکہ اس تفسیر پر حکومت پاکستان کی جانب سے پابندی ہے، لہٰذا ملزمان کا یہ عمل آئین، پاکستان پینل کوڈ کی دفعات 295B اور 298C اور پنجاب قرآن ایکٹ 2011 کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے...... درخواست کی جاتی ہے کہ اس پروگرام کا انعقاد کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کرتے ہوئے تقسیم کیے گئے تحریف شدہ ترجمہ قرآن پاک برآمد کیے جائیں

اوران کے تیار کرنے والے مندرجہ بالا ملزمان کے خلاف قانونی کاروائی کرتے ہوئے مقدمہ درج کیا جائے۔

ایف آئی آر میں لکھا ہے کہ ملزمان کے خلاف قانونی کارروائی کے لیے سیکرٹری پنجاب قرآن بورڈ کی طرف سے بھی ایک خط ڈی پی او چنیوٹ کوموصول ہوا ہے۔اس ایف آئی آر میں ملزمان پر جو دفعات لگائی گئی ہیں (جن کا ذکر اوپر ہوا) ان میں مورخہ 13/02/2023 کو انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

تو اس ایف آئی آر پر کاروائی کرتے ہوئے ملزمان پر مقدمہ درج کیا گیا جو تا حال متعلقہ ٹرائل کورٹ میں زیر سماعت ہے۔گرفتار کیے گئے ملزمان میں سے ایک مسمی ''مبارک احمد ثانی'' نے اپنی ضمانت کے لئے پہلے ٹرائل کورٹ میں درخواست دائر کی جو رد کردی گئی، اس نے اس کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا، وہاں سے بھی اس کی ضمانت کی درخواست مسترد کردی گئی، ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف اس نے سپریم کورٹ میں اپیل کی اور حالیہ متنازعہ فیصلے میں سپریم کورٹ نے اس کی اسی درخواست کو قبول کرتے ہوئے اسے ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دیا۔

ہم کیس کے قانونی پہلو پر بات نہیں کریں گے کہ یہ کام ماہرین قانون اور وکلاء بہتر کر سکتے ہیں کہ آیا واقعی ایف آئی آر میں جو جرم بتایا گیا وہ اس جرم کو قابل سزا قرار دینے والے قانون سے پہلے سرزد ہونا بتایا گیا ہے یا نہیں؟

ہم چند دیگر پہلوؤں پر بات کریں گے کہ سپریم کورٹ کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے فیصلے میں قانونی نکات تک ہی محدود رہتی اور اگر عدالت کے خیال میں ملزم پر یہ دفعات نہیں لگتیں یا جو جرم بیان کیا گیا وہ متعلقہ قانون سے پہلے واقع ہوا تھا تو بس یہیں تک بات رکھی جاتی۔

لیکن فیصلے کے پیرا نمبر 6 تا پیرا 10 میں خوامخواہ قرآن کریم کی آیات کے حوالے دے کر اوران آیات سے ان کے اصل محمل کے برخلاف مفہوم کشید کر کے نیز آئین پاکستان کی دفعہ 20 کی شق ''الف'' اور ''ب'' کو بغیر کسی وضاحت اور تشریح کے نقل کر دیا گیا جس سے یہ صریح طور پر یہ تاثر ملتا ہے کہ اگر غیر مسلم اقلیتیں خاص طور پر'' قادیانی'' قرآن کریم کی تحریف معنوی والا لٹریچر یا دوسرا ایسا لٹریچر جس میں اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کا نام دیا گیا ہے، وہ شائع اور تقسیم کریں تو قرآن کی آیت ''لا اکراہ فی الدین'' کی رُو سے ان پر سختی نہیں کی جاسکتی، نیز آئین پاکستان کی رُو سے ایسا کرنا ان کا بطور پاکستانی شہری بنیادی حق ہے جس سے انہیں محروم نہیں کیا جاسکتا۔خاص طور پر وہ اپنے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی اداروں میں بھلے ایسا لٹریچر تقسیم کریں تو آئین انہیں اس کی اجازت دیتا ہے۔

نیز عجیب بات یہ ہوئی کہ عدالت نے قرآن کی اس آیت کا حوالہ بھی دیا ہے جس میں اللہ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون ''ہم نے الذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' اس آیت کا حوالہ دینے کا مطلب صاف طور پر بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ بھلے کوئی

قرآن کریم کے ترجمے یا تفسیر کے نام پر اس میں مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے برخلاف تحریفات کرتا رہے تو بھی قانون وریاست کو اس کے خلاف کچھ بھی کرنے کا حق نہیں کیونکہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے خود کیا ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ زیر بحث فیصلے میں اوپر بیان کردہ مندرجات قابل تشویش اور خطرناک ہیں کیونکہ یہ باتیں ایک ایسے مقدمہ میں لکھنا جو مرزا قادیانی کے بیٹے بشیر الدین محمود کی لکھی ہوئی تفسیر کی تقسیم وترویج کے متعلق ہے؛ اس ترجمہ وتفسیر پر پابندی بھی ہے، تو آئین کی بنیادی حقوق والی دفعات نیز ''لا اِکراہ فی الدین'' وغیرہ آیات کے حوالے بغیر وضاحت اور درست تشریح کے دینا بظاہر یہ بتاتا ہے کہ قرآن کریم کا ایسا محرف ترجمہ (جبکہ قرآن کریم مسلمانوں کی کتاب ہے) اور دوسرا کفریہ مواد یہ لوگ چھاپ سکتے ہیں اور کم از کم اسلام کے نام پر اپنے اداروں اور اپنے لوگوں میں آزادانہ تقسیم بھی کر سکتے ہیں کیونکہ چیف جسٹس صاحب کے زعم میں آئین نے انہیں یہ حق دیا ہے اور قرآن بھی ''لا اِکراہَ فِی الدِّین'' کا حکم دیتا ہے......انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ ہے اس فیصلے پر مسلمانوں کے غم وغصہ کی اصل وجہ، اب چونکہ اس سپریم کورٹ کی طرف سے اس پر ایک پریس ریلیز بھی آچکی، نیز نظر ثانی کی درخواست بھی داخل ہو چکی اس لئے امید ہے کہ عدالت عظمی خود ہی اپنے اس فیصلے سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کر دے گی ان شاء اللہ!۔

عدالت عظمی کے جج صاحبان کو یقیناً معلوم ہوگا کہ پاکستان میں تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے ایک طویل جدوجہد ہے، ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، یہ بات ہمارے آئین کا حصہ ہے۔ دوسری طرف واقفانِ حال اچھی طرح جانتے ہیں کہ قادیانیوں نے اپنی اس حیثیت کو کبھی تسلیم نہیں، وہ خود کو اقلیتی گروہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ اپنے کفر کو برابر اسلام باور کرانے کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ معہٰذا وہ ان کوششوں میں بھی رہتے ہیں کہ کسی طرح آئین سے وہ شق ختم کرادی جائے جس میں انہیں متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ہر طرح کی کوششیں بروئے کار لاتے رہتے ہیں۔ سازش، لابنگ، دھونس، اداروں میں اپنے گھس بیٹھیے شامل کر کے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا......وغیرہ۔ مرزا مسرور کا بیان ریکارڈ پر ہے کہ آئین سے ان کے متعلق متفقہ فیصلے کی شق ختم کر دی جائے تو وہ پاکستان کے تمام قرضے ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ قادیانی ڈھول دکھا کر قانونی اداروں سے ایسے فیصلے کرانے کے لیے بھی سرگرم رہتے ہیں جو بعد ازاں ان کے حق میں استعمال کیے جا سکیں۔ اس لیے عدالتوں کو ایسے حساس مقدمات نہایت احتیاط سے نمٹانا چاہیے، تاکہ کل کلاں ان کے فیصلے نظیر بن کر قادیانیت کو کھلی چھوٹ دینے کا سبب نہ بن جائیں۔ وما علینا الا البلاغ!۔☆

مولانا کا شہباز شریف سے گلہ بجا ہے!

مولانا مفتی منیب الرحمٰن

مولانا فضل الرحمٰن کا شہباز شریف صاحب سے گلہ بجا ہے۔ جنابِ شہباز شریف ضرور ایک اچھے منتظم ہوں گے، ماضی میں انھوں نے پنجاب کی حکومت کو اچھی طرح چلایا ہے، ہر وقت متحرک اور فعال نظر آتے تھے اور لگتا تھا: اُن کی شخصیت 'مجموعہء کمالات' ہے۔ عربی مقولے کا ترجمہ ہے: 'آزمائش کے وقت کوئی شخص عزت پاتا ہے یا بے توقیر ہو جاتا ہے'۔

وزارتِ عظمٰی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد اُن کی شخصیت کے کمزور پہلو سامنے آئے، 'ادارہء سہولت کاری برائے خصوصی سرمایہ کاری (ایس آئی ایف سی)' کے قیام اور تحرُّک کی بابت آرمی چیف کو اس کا اعزاز دینا تو کسی حد تک مناسب معلوم ہوتا ہے، لیکن ایک چھوٹی سی سڑک یا پُل کا افتتاح کرتے وقت اُس کا کریڈٹ بھی سپہ سالار کو دینا عجب معلوم ہوتا ہے۔ شاید وہ خود بھی اسے پسند نہ کرتے ہوں، کیونکہ اس سے تو یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ایک سڑک یا پُل بھی اُن کی سرپرستی اور منظوری کے بغیر وزیر اعظم یا حکومتِ وقت نہیں بنا سکتے۔

مولانا پارلیمنٹ میں اپنی نمائندگی کا حُجم کم ہونے کے باوجود گزشتہ حکومت میں ایک توانا اور مؤثر شراکت دار تھے۔ حتیٰ کہ جب بندیال کورٹ نے پوری سیاست اور نظامِ حکومت کو ہاتھ میں لینا چاہا تو یہ مولانا ہی تھے جنھوں نے سپریم کورٹ کے قریب ایک بڑا احتجاجی اجتماع منعقد کر کے عدالت کو توانا پیغام دیا اور اس کے بعد بندیال کورٹ کسی حد تک سہم کر چلتی رہی۔ اگرچہ اُس کا انداز ذوق کے اس شعر کا مصداق بنا رہا......

اے ذوقؔ دیکھ، دُخترِ رَز کو نہ منہ لگا چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

نوٹ: یہاں شاعر نے شراب کو 'دُخترِ رَز' یعنی انگور کی بیٹی کہا ہے اور ہم نے اسے منصبِ عدالت پر بیٹھ کر سیاست کھیلنے سے استعارہ مراد لیا ہے۔

جنابِ شہباز شریف کے وزارتِ عظمٰی کے دور میں دینی مدارس وجامعات کے رجسٹریشن کی بابت اُن سے مولانا فضل الرحمٰن نے بات کی۔ انھوں نے کہا: 'پہلے اسے وزارتِ مذہبی امور دیکھ لے اور اپنی سفارشات مجھے بھیجے'۔ اُس وقت کے وزیرِ مذہبی امور مفتی عبدالشکور صاحب نے اتحادِ تنظیماتِ مدارس پاکستان اور متعلقہ اداروں کا اجلاس بلایا اور متفقہ سفارشات وزیر اعظم کو بھیجیں۔ وزیر اعظم کے ساتھ ہمارے دو اجلاس ہوئے، وزیر اعظم نے وزارتِ مذہبی

امور کی تجویز سے اتفاق کیا لیکن اس پر عمل درآمد نہ ہوا۔ اُس کے بعد دوبارہ اُن کی صدارت میں اجلاس ہوا اور اُس کے فیصلے پر بھی آخرِ کار عمل درآمد نہ ہوسکا۔ وہاں ہم نے یہ منظر دیکھا: وفاقی وزیرِ تعلیم رانا تنویر حسین اپنی جماعت کے صدر اور اپنے وزیرِ اعظم کے موقف کی حمایت کرنے کے بجائے وہ اس موقف کی حمایت اور ترجمانی کرنے لگے جو ادارے کے ایک افسر نے کراچی سے جاکر انھیں بریف کیا تھا۔ صرف رانا ثناء اللہ صاحب نے واضح موقف اختیار کیا۔ چنانچہ وزیرِ اعظم کو کہنا پڑا: 'ہمارے اپنے لوگ ہمارے طے شدہ موقف کے خلاف بات کر رہے ہیں'۔

الغرض اس فیصلہ کُن اجلاس کا بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، کیونکہ رانا تنویر حسین نے 'رجالِ غیب' سے جو بریفنگ لی تھی اُس کے تحت کہا: 'ہمارے ساتھ تیرہ ہزار مدارس رجسٹرڈ ہیں'۔ میں نے اُن سے کہا: رانا صاحب! آپ کا حلقۂ انتخاب ضلع شیخوپورہ ہے، آیئے! یہیں سے اٹھ کر جاتے ہیں، ہم آپ کو بتائیں گے: ہمارے ساتھ رجسٹرڈ مدارس برسرِ زمین کون کون سے ہیں اور اُن میں طلبہ و طالبات کی تعداد کیا ہے۔ آپ بھی اپنے رجسٹرڈ مدارس ہمیں ضرور دکھایئے گا۔ اگر وہ سب مل کر ہمارے ایک ادارے جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کے برابر ہوجائیں تو ہم آپ کو اعزازی شیلڈ دیں گے، مگر انھوں نے میری پیش کش کو قبول نہ کیا۔ ظاہر ہے: جو نظام فائلوں پر چل رہا ہو اور برسرِ زمین سب کچھ اس کے برعکس ہو، تو وہ کسی کو کیا دکھائیں گے۔ وزارتِ تعلیم میں مدارس کے لیے جو سیل بنایا گیا ہے، سوائے اس کے کہ ایک ریٹائرڈ بریگیڈیئر اور چند لوگوں کو نوکری مل گئی ہے، باقی اُس کا کوئی کام نہیں ہے، لیکن اس کے لیے یقیناً بجٹ میں حصہ مختص ہوگا۔ مزید یہ کہ وزارتِ تعلیم کے ساتھ جو مدارس رجسٹرڈ ہیں، ایک بار رجسٹریشن کے بعد اُس سیل کا ان مدارس سے کوئی تعلق اور لینا دینا نہیں ہے، پس اس سیل کی کارکردگی کیا ہے:

'کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا'

مولانا فضل الرحمٰن نے حکومت کے آخری ایام میں پھر کوشش کی کہ وزیرِ اعظم اپنا وعدہ پورا کریں، ہمیں تو نہیں بلایا گیا، لیکن مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو بلایا گیا۔ انھوں نے اداروں کے سربراہان سے بھی ملاقاتیں کیں۔ آخرِ کار ایک فارمولے پر اتفاق ہوگیا۔ پھر اُن سے کہا گیا: اتحادِ تنظیماتِ مدارس پاکستان کی باقی رکن تنظیمات سے بھی اس کی منظوری لے لیں۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے مجھے مسوّدۂ قانون بھیجا، اس کے باوجود کہ مجھے اس کے بعض مندرجات سے اتفاق نہیں تھا، میں نے تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے صدر اور اتحادِ تنظیماتِ مدارس پاکستان کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے اس کی توثیق کی تاکہ حجت پوری ہوجائے، لیکن اس کے باوجود کہ آخری دنوں میں درجنوں نامعلوم یونیورسٹیوں کے چارٹر پارلیمنٹ سے پاس کیے گئے، نیز جلد بازی میں بہت سے قوانین منظور کیے گئے، مگر وزیرِ اعظم اس قانون کو پاس نہ کراسکے اور اُن کے سارے عہد و پیمان دھرے کے دھرے رہ گئے۔

مولانا فضل الرحمٰن کو بھی اپنے حلقے میں یقیناً سُبکی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، ہمیں خود انتہائی افسوس ہوا۔ اب جو وزیرِ اعظم اتنا کمزور ثابت ہو، وہ کسی اور کے سائے تلے تو کام کرسکتا ہے، لیکن اپنی ترجیحات پر اُس سے کام کرنے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ پس مولانا کے اس تجربے کے ہم بھی شاہد ہیں، حالانکہ جب کسی اور کے کہنے پر وہ درجنوں قوانین پارلیمنٹ سے منظور کراسکتے تھے تو انھیں اپنے قول وقرار کا بھی پاس رکھنا چاہیے تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن کو جو تلخ تجربہ ہوا، شاید مسلم لیگ ن کے بہت سے لوگوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا۔ اِس کے برعکس پی ڈی ایم حکومت کے آخری ایام میں بلاول بھٹو زرداری نے سوات کے ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے وزیرِاعظم کو متنبہ کیا: ’اگر سندھ کے سیلاب زدہ علاقوں کے لیے رقوم واگزار نہیں کی گئیں تو ہم حکومت سے علیحدہ ہوجائیں گے‘۔ تو وزیرِاعظم نے جاتے جاتے سندھ کے سیلاب زدہ علاقوں کے لیے پچیس ارب روپے کی رقم جاری کردی۔ سو دباؤ میں تو وزیرِاعظم کو کام کرنے پڑتے تھے لیکن باوقار انداز میں اعتماد کرتے ہوئے جو شراکت دار اُن سے تقاضا کررہے تھے اُس کا حشر آپ کے سامنے ہے۔

اِس وقت وفاقی حکومت کے جس تختِ پر شہباز شریف صاحب بطورِ وزیرِاعظم متمکن ہونے کی تیاری فرما رہے ہیں، وہ کانٹوں کی سیج ہے، بہت سے غیر مقبول اور ناگزیر فیصلے کرنے ہوں گے۔ ان میں آئی ایم ایف کے درِ دولت پہ سجدہ ریز ہونا بھی شامل ہے۔ چھ ارب ڈالر کے تین سالہ پیکج کے لیے درخواست پہلے سے تیار ہے۔ گویا: ’سر منڈاتے ہی اولے پڑیں گے‘۔ اُن کی سخت شرائط کے آگے سرنگوں ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا اور ان شرائط کی تکمیل کے بعد مہنگائی کا ایک نیا سیلاب آئے گا۔ قومی معیشت پر بوجھ بننے والے قومی اداروں کی نجکاری بھی اہم مسئلہ ہے۔ عام طور پر جو جماعتیں حزبِ اختلاف میں ہوں، وہ اس کی مخالفت کرتی ہیں۔ نیز مقتدرہ کے لیے اٹھارہویں ترمیم بھی مسئلہ ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے: تینوں بڑی جماعتوں پر مشتمل قومی حکومت بنائی جائے اور تینوں مل کر قومی مفاد میں مشکل اور غیر مقبول فیصلے کریں اور اُس کی ذمے داری بھی قبول کریں۔ خان صاحب نے بھی اپنے ترجمانوں کے ذریعے پہلی بار ’مفاہمت وصداقت‘ کے فارمولے کا اشارہ دیا ہے، بہتر ہوگا کہ یہیں سے آغاز کردیا جائے۔ ہوسکتا ہے کوئی جماعت کہے: ہم یہ ملامت اپنے سر کیوں لیں، تو حضور والا! جب آپ اُس ملک پر حکومت کرنا چاہتے ہیں جو سیاسی انتشار کے ساتھ ساتھ بدترین اقتصادی بحران سے بھی دوچار ہے، تو اس کی ڈوبتی ہوئی نیّا کو کنارے لگانا اور اقتصادی بدحالی کے منجدھار سے نکالنا بھی آپ سب کی ذمے داری ہے۔ یہ شعار تو درست نہیں ہے: ’میٹھا میٹھا ہَپ ہَپ، کڑوا کڑوا تھوتھو‘۔ یہ مفاہمت ضروری ہے، خواہ پارلیمنٹ کے اندر ہو یا باہر، ورنہ استحکام نہیں آئے گا۔ ☆

فنِ جرح وتعدیل کا تعارف اور بنیادی اُصول (حصہ اوّل)

مولانا محمد صدیق ابوالحاج مظفری

جرح وتعدیل کا مطلب:

قرآنِ کریم کے بعد حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شریعتِ مطہرہ کا دوسرا مصدر ہے اور حدیثِ پاک ہم تک رُواتِ سند کے واسطے سے پہنچی ہے، اس سلسلے میں محدثین کا یہ مسلم اُصول ہے کہ وہ کسی بھی حدیث کو اُس وقت تک مقبول اور معتبر قرار نہیں دیتے، جب تک اس بات کی تسلی نہ کر لی جائے کہ یہ حدیث معتبر رُواتِ سند سے مروی ہے اور جس فن سے رُواتِ سند کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کی پہچان حاصل ہوتی ہے، اُسے فنِ "جرح وتعدیل" کہا جاتا ہے۔

جرح کے لغوی معنی زخم لگانے کے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں جرح کا مطلب ہوتا ہے: " کسی راوی کو سو فیصد یا جزوی طور پر غیر مقبول اور غیر معتبر قرار دینا" محدثین کے ہاں اسے "نقد" بھی کہا جاتا ہے، جبکہ تعدیل کے لغوی معنی کسی چیز کو درست کرنے کے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہوتا ہے: " کسی راوی کو مقبول اور معتبر قرار دینا"، عام طور پر اسے توثیق اور تزکیہ بھی کہا جاتا ہے۔

روایتِ حدیث کے باب میں جرح بقدرِ ضرورت شرعًا جائز ہے اور بوقتِ ضرورت یہ واجب ہوتی ہے، جرح کرنے والے شخص کو جارح اور ناقد کہا جاتا ہے، جبکہ تعدیل کرنے والے شخص کو معدِّل اور مزکِّی کہا جاتا ہے، جس شخص پر جرح کی جاتی ہے، اُسے محدثین مجروح یا متکلَّم فیہ کہتے ہیں اور جس کی تعدیل کی جاتی ہے، اُسے معدَّل، عادل یا ثقہ کہتے ہیں۔

اس فن کو فنِ جرح وتعدیل یا فنِ اسماء الرجال کہا جاتا ہے اور اس فن میں مشغولین معدِّلین وجارحین کو "متکلمین فی الرجال" کہا جاتا ہے، بطورِ نمونہ ان حضرات کے اسماء گرامی حافظ شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) رحمہ اللہ کے رسالہ "ذكرُ من يُعتمَدُ قولُه في الجرح والتعديل" میں اور حافظ شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) رحمہ اللہ کی بحث "المُتكلِّمون في الرجال" میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، یہ دونوں رسائل عالمِ عرب کے مشہور محقق شیخ عبد الفتاح ابوغدہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) رحمہ اللہ کی تحقیق سے "أربع رسائل في علوم الحديث" کے ضمن میں "مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب" اور "دار السلام مصر" سے مطبوع ہیں اور یہ پاکستان میں بآسانی مل جاتے ہیں۔

جرح وتعدیل کی تدوین:

رُواتِ سند کی چھان بین چونکہ حفاظتِ حدیث کی سب سے پہلی سیڑھی ہے، اس لیے ابتداءِ روایت ہی سے رُواتِ سند کی تحقیق کا رواج چلا آ رہا ہے اور جرح وتعدیل کا ابتدائی تصور عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ سے ہی ملتا ہے، چنانچہ امام حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "معرفة علوم الحديث" کی اٹھارویں نوع کے شروع میں اس حوالے سے تحریر فرمایا ہے: "أبو بكر، وعمرَ، وعليٌّ، وزيدُ بن ثابت، فإنهم قد جرحوا، وعدّلوا، وبحثُوا عن صحة الروايات وسقمها" (۱).

تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں سندِ حدیث کی تحقیق اور رُواتِ سند پر کلام کا رواج بڑھ گیا، البتہ! شروع میں یہ کلام ان نفوسِ قدسیہ کے صُدور میں ہوا کرتا تھا کہ روایتِ حدیث کے دوران بوقتِ ضرورت راویوں کے احوال کی تحقیق پیش کر دی جاتی تھی، مگر اس کو لکھنے کا باقاعدہ رواج نہ تھا، پھر دوسری صدی ہجری کے آخر اور تیسری صدی ہجری کے شروع کے اہلِ فن نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور رُواتِ حدیث کے باقاعدہ احوال قلم بند کرنے شروع کیے، بعض حضرات نے صرف ضعیف رُوات کے احوال جمع فرمائے اور بعض نے صرف ثقہ رُوات کے احوال جمع کیے، اسی طرح بعض حضرات نے مخصوص کتب کے رُوات کے احوال جمع کیے اور بعض حضرات نے علی العموم تمام رُواتِ حدیث کے احوال جمع فرمائے، حافظ شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) رحمہ اللہ کی کتاب "میزان الاعتدال في نقد الرجال" میں ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلے یحییٰ بن سعید القطان (متوفی ۱۹۸ھ) رحمہ اللہ کے کلام کو جمع کیا گیا (۲)، جس کے بعد پھر اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں۔

البتہ! بعض مصادر میں رُواتِ حدیث کے احوال پر یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ سے پہلے کے بعض علماء کی کتابوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے، جیسے حافظ ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تاریخ أسماء الثقات" میں شیخ الاسلام لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ھ) رحمہ اللہ کی کتاب "التاریخ" کا ذکر فرمایا ہے (۳)، جو کہ امام المؤرخین ابن سعد کاتب الواقدی (متوفی ۲۳۰ھ) رحمہ اللہ کی کتاب "الطبقات الکبریٰ"، مشہور مؤرخ خلیفہ بن خیّاط (متوفی ۲۴۰ھ) رحمہ اللہ کی کتاب "التاریخ" اور امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) رحمہ اللہ کی کتاب "التاریخ الکبیر"، "التاریخ الأوسط" اور "التاریخ الصغیر" کے اہم مصادر میں سے ہے۔

جرح وتعدیل کے نتائج:

کسی بھی حدیث کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کا مدار عام طور پر اس کے رواتِ سند کے معتبر یا غیر معتبر ہونے

پر ہوتا ہے، جس حدیث کے تمام راوی سو فیصد ثقہ اور معتبر ہوں اور اس کے متن میں کوئی علت (یعنی پوشیدہ کمزوری) نہ ہو، تو وہ حدیث ہر حال میں "معتبر اور صحیح" کہلاتی ہے اور جس حدیث کے رواتِ سند کمزور ہوں، وہ حدیث رواتِ سند کی کمزوری کی نوعیت کے اعتبار سے حسن یا ضعیف کہلاتی ہے۔

اگر رُواتِ سند کے صرف حافظے میں محدود کمزوری پائی جائے، تو وہ حدیث "صحیح" کہلانے کے بجائے "حسن" کہلاتی ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی دوسری علت موجود نہ ہو اور اگر اُن رواۃ کا حافظہ کچھ زیادہ کمزور ہو، یا اُن کی امانت و دیانت پر کلام آ جائے، تو اُن کی حدیث "ضعیف" کہلاتی ہے اور اس کے پھر مختلف مراتب ہیں، جن میں شاذ، منکر، متروک اور ضعیف جدًّا وغیرہ سب شامل ہیں، گویا کتبِ اُصولِ حدیث میں موجود متن سے متعلق تقریبًا تمام اصطلاحات (یعنی صحیح، حسن، ضعیف، شاذ، متروک اور منکر وغیرہ) رواتِ سند کے حافظہ اور امانت و دیانت پر کلام کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں۔

الفاظِ جرح وتعدیل کی درجہ بندی:

محدثین جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل بیان کرتے ہیں، تو اس کے لیے وہ کئی طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جن میں سے بعض الفاظ توثیق میں اعلی ہیں، بعض متوسط اور بعض ادنی ہیں، اسی طرح الفاظِ جرح بھی بعض جرح میں اعلی، بعض متوسط اور بعض ادنی ہیں۔

کلماتِ جرح وتعدیل کی درجہ بندی سب سے پہلے حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ) رحمہ اللہ نے کی اور اپنی مایہ ناز کتاب ''الجرحُ والتعديلُ'' کے مقدمہ میں انہوں نے الفاظِ جرح وتعدیل میں سے ہر ایک کے چار چار مراتب قائم فرمائے، جن کو خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) رحمہ اللہ نے ''الكفاية في علم الرواية'' میں نقل کیا ہے اور ان کی شان دار تفصیل بیان کی ہے، اسی طرح حافظ ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) رحمہ اللہ نے بعض کلمات کے اضافے کے ساتھ ان مراتب کو اپنی کتاب ''معرفة أنواع علم الحديث'' میں ذکر فرمایا ہے۔

اس کے بعد حافظ شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) رحمہ اللہ نے ''ميزان الاعتدال في نقد الرجال'' کے مقدمہ میں اس موضوع پر محققانہ قلم اُٹھایا اور ان الفاظ کی ترتیب میں تصرف کے ساتھ ساتھ الفاظِ جرح کے پانچ مراتب قائم فرمائے، جبکہ الفاظِ تعدیل کے حسبِ سابق چار مراتب برقرار رکھے، جن کو پھر عمدہ تفصیل کے ساتھ حافظ زین الدین عراقی (متوفی ۸۰۶ھ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''شرح التبصرة والتذكرة'' میں نقل فرمایا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ نے اس باب میں خوب تنقیح کی اور اپنی

کتاب ’’نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر‘‘ اور بعض دیگر کتب میں الفاظِ جرح میں ایک مرتبہ کا اور الفاظِ تعدیل کے شروع میں دو مراتب کا اضافہ کیا، اس طرح الفاظِ جرح وتعدیل میں سے ہر ایک کے چھ چھ مراتب ہو گئے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے بیان کردہ مراتب کو اُن کے عظیم شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) رحمہ اللہ نے بہت ہی مرتب انداز سے ’’فتح المغيث بشرح ألفية الحديث‘‘ میں نقل فرمایا ہے، یہی الفاظِ جرح وتعدیل کی معتبر ترتیب ہے، یہی چھ مراتب متاخرین اصحابِ حدیث کے ہاں معروف ومتداول ہیں اور انہی چھ مراتب پر ان کے ہاں کسی راوی کے احوال کی تحقیق کا مدار رکھا جاتا ہے۔

البتہ! زمانہ قریب کے مشہور محقق شیخ نور الدین عتر (متوفی ۱۴۴۲ھ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’منهج النقد في علوم الحديث‘‘ میں الفاظِ تعدیل کے شروع میں مزید ایک مرتبہ کا اس طرح اضافہ کیا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے قائم کردہ چھ مراتب میں سے پہلے اور دوسرے مرتبے کے الفاظ کو آپس میں ضم کر کے ایک مرتبہ (یعنی دوسرا مرتبہ) قرار دے دیا ہے اور اس کے شروع میں صحابیت کے مرتبہ کا اضافہ کر دیا ہے، کیونکہ تعدیل میں مقامِ صحابیت سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں اور یہ اضافہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ’’تقريب التهذيب‘‘ وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

چنانچہ اسی کی روشنی میں کلماتِ جرح وتعدیل کے مراتب ذیل میں اس طور پر تحریر کیے جاتے ہیں کہ مراتبِ تعدیل کو اعلیٰ سے ادنیٰ اور مراتبِ جرح کو ادنیٰ سے اعلیٰ (من الأخف إلى الأشد) کی ترتیب پر ذکر کیا جائے گا۔

مراتبِ الفاظِ تعدیل:

پہلا مرتبہ: تعدیل میں سب سے اعلیٰ مرتبہ صحابیت کا ہے، لیکن واضح رہے کہ دیگر مراتب کی طرح یہ مرتبہ ائمہ جرح وتعدیل کا دیا ہوا نہیں، بلکہ یہ محض عطاءِ خداوندی ہے، جو عدالت کو مستلزم ہے۔

دوسرا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو مبالغہ کے ساتھ تعدیل پر دلالت کرتے ہیں، جیسے ’’فلانٌ أوثقُ الناس، وأثبتُ الناس، وأضبطُ الناس، وإليه المُنتهىٰ في التثبُّت، ولا أعرفُ له نظيرًا في الدنيا، وفلانٌ لا يُسألُ عنهُ‘‘.

تیسرا مرتبہ: وہ ہے، جس میں تعدیل پر دلالت کرنے والا لفظ مکرر ہو، خواہ ایک ہی لفظ مکرر ہو، یا کوئی دو لفظ ایک ساتھ ذکر کیے گئے ہوں، جیسے ’’فلانٌ ثَبتٌ (٤) حُجَّةٌ، وثَبتٌ حافظٌ، وثِقَةٌ ثَبتٌ، وثِقةٌ مُتقِنٌ، وثقةٌ ثقةٌ‘‘.

چوتھا مرتبہ: وہ ہے، جس میں تعدیل پر دلالت کرنے والا لفظ (یعنی ’’ثِقة‘‘ وغیرہ) غیر مکرر ہو، جیسے ’’فلانٌ ثقةٌ، وثَبتٌ، ومُتقِنٌ، وكأنه مُصحَفٌ، وحُجَّةٌ، وإمامٌ‘‘.

پانچواں مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو صرف تعدیل پر دلالت کرتے ہیں، ضبط پر نہیں، جیسے ”فلانٌ ليس به بأسٌ، وصَدُوقٌ، ومأمونٌ، ومَحَلُّه الصِّدقُ“۔

چھٹا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو جرح سے قرب پر دلالت کرتے ہیں اور یہ تعدیل کا سب سے ادنی مرتبہ ہے، جیسے ”فلانٌ ليس ببعيد من الصَّواب، وشَيْخٌ، ويُروىٰ حديثُه، ويُعتبَر به“۔

ان مراتب کا حکم: ان میں سے پہلے چار مراتب کی تعدیل سے موصوف تمام رُوات کی احادیث احکام (یعنی حلال وحرام) کے باب میں قابلِ حجت سمجھی جاتی ہیں، بشرطیکہ کوئی اور عارض (علت) نہ ہو، جبکہ آخری دو مراتب کے الفاظ سے متصف رُوات کی احادیث کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے، بعض اوقات وہ احکام کے باب میں معتبر قرار پاتی ہیں اور بعض اوقات صرف فضائل کے باب میں معتبر سمجھی جاتی ہیں، البتہ! بعض اوقات صرف کسی دوسری حدیث کی تائید کے طور پر انہیں احکام کے باب میں قبول کیا جاتا ہے کہ بالاستقلال وہ احکام کے باب میں معتبر نہیں ہوتیں۔

مراتبِ الفاظِ جرح:

پہلا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو راوی میں تھوڑی سی کمزوری پر دلالت کرتے ہیں اور یہ جرح کا سب سے ادنی مرتبہ ہے، جیسے ”فلانٌ فيه مَقالٌ، أو فيه ضَعْفٌ، أو ليس بِذَاك، أو ليس بالقويِّ، أو ليس بالمتين، أو ليس بالمَرضيِّ، أو فيه شَيْءٌ“۔

دوسرا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جن میں کسی راوی (کی احکام سے متعلق احادیث) کے ناقابلِ استدلال ہونے کی تصریح کی گئی ہو، یہ پہلے مرتبے کی بنسبت جرح میں قدرے سخت ہے، جیسے ”فلانٌ لا يُحتَجُّ به، أو ضعيفٌ، أو ضعَّفُوه، أو مُضطَرِبُ الحديث، أو مُنكَرُ الحديث“۔

تیسرا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جن میں کسی راوی (کی مطلقاً احادیث) کے مردود اور ناقابلِ بیان ہونے کی تصریح کی گئی ہو، جیسے ”فلانٌ رُدَّ حديثُه، أو مردودُ الحديث، أو ضعيفٌ جِدًّا، أو متروك الحديث، أو مَطْروحُ الحديث، أو لا يُكتَبُ حديثُه، أو لا تَحِلُّ الروايةُ عنه“۔

چوتھا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو راوی کے ”مُتَّهَم بالكَذِب“ (یعنی حدیثِ نبوی کے علاوہ روزمرہ کی عام گفتگو میں جھوٹ کے عادی) ہونے پر دلالت کرتے ہیں، جیسے ”فلانٌ مُتَّهَمٌ بالكَذِبِ أو الوضْعِ، أو ساقطٌ، أو متروكٌ، أو ذاهبُ الحديث، أو لا يُعتبر به“۔

پانچواں مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ راوی حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

جھوٹ بولتا ہے، جیسے ''فلانٌ دجّالٌ، أو كذّابٌ، أو وَضّاعٌ''۔

چھٹا مرتبہ: اُن الفاظ کا ہے، جو مبالغہ کے ساتھ کسی راوی کے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت زیادہ جھوٹ بولنے پر دلالت کرتے ہیں، جیسے ''فلانٌ أكذبُ الناس، إليه المُنتهىٰ في الكَذِب، هو رُكنُ الكَذِب، أو مَنبَعُ الكَذِب، أو مَعدِنُ الكَذِب''۔

ان مراتب کا حکم: ان میں سے پہلے دو مراتب کی جرح سے متصف رُوات کی احادیث کو صرف فضائل کے باب میں یا کسی دوسری حدیث کی تائید کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے، جبکہ آخری چار مراتب سے متصف رُوات کی احادیث کسی بھی طرح قابلِ قبول نہیں (۵)۔

البتہ! عملی طور پر محدثین کا عمومی طرز یہ ہے کہ وہ بعض مرتبہ تحری کے بعد تیسرے مرتبہ کے رُوات کی بعض احادیث کو بھی فضائل وغیرہ کے باب میں قبول کر لیتے ہیں۔

شروطِ قبولیتِ جرح وتعدیل:

کسی بھی راوی کی تعدیل کے معتبر ہونے کے لیے محدثین کے ہاں شرط ہے کہ تعدیل کرنے والے میں یہ اُمور پائے جائیں: علم، تقوی، اعتدال، سچائی اور اسباب جرح وتعدیل کی معرفت۔

اور کسی بھی راوی پر جرح کے معتبر ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ جرح بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت کی گئی ہو، اسی طرح جرح کرنے والا شخص خود متقی، عالم، صادق اللسان اور معتدل مزاج ہو، ''مُتعَصِّبٌ''، ''مُتعَنِّتٌ'' اور ''مُتشَدِّدٌ'' نہ ہو اور اُن امور سے واقف ہو، جو شرعی طور پر اسبابِ جرح کہلاتے ہیں، نیز وہ راوی جس پر جرح کی جا رہی ہے، وہ ثقاہت و امامت میں شہرت کے درجے کو پہنچا ہوا نہ ہو، جیسے ائمہ اربعہ، امام بخاری اور علی بن المدینی رحمہم اللہ وغیرہ، ورنہ ایسے ائمہ پر جرح کرنے والا شخص خود مجروح اور غیر معتبر ہو جائے گا۔

نیز جرح وتعدیل کے معیاری ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ جارح اور معدل ''مُتَساهِلٌ'' نہ ہو، ورنہ اس کی جرح یا تعدیل معیاری نہیں سمجھی جائے گی (۶)۔

متعصب، متعنت، متشدد اور متساہل کا مطلب:

☆ ''مُتعَصِّبٌ'': اپنے مسلک، علاقہ، یا قبیلہ وغیرہ کی بے جا حمایت کرنے والے شخص کو ''مُتعَصِّبٌ'' کہا جاتا ہے۔

☆ ''مُتعَنِّتٌ'': بے جا سختی کی وجہ سے جرح کرنے والے شخص کو ''مُتعَنِّتٌ'' کہا جاتا ہے۔

☆ ''مُتشَدِّدٌ'': سخت مزاجی کی وجہ سے حد سے زیادہ جرح کرنے والے شخص کو''مُتشَدِّدٌ'' کہا جاتا ہے۔

☆ ''مُتَسَاهِلٌ'': بے جانوازشات کرنے والے، یا مستحقِ جرح پر جرح نہ کرنے والے، یا ضرورت سے بہت کم جرح کرنے والے شخص کو''مُتَسَاهِلٌ'' کہا جاتا ہے۔

کبھی یہ الفاظ ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتے ہیں، جیسے متشدد کے بارے میں کہا جاتا ہے: ''متعنت في التوثيق''، أي: ''متشدِّدٌ فيه''.

بعض اسماءِ محدثین جو جرح میں متعصب سمجھے جاتے ہیں:

امامِ دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) رحمہ اللہ اور خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) رحمہ اللہ۔

بعض اسماءِ محدثین جو جرح میں متعنت سمجھے جاتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) رحمہ اللہ اور شیخ ابن تیمیہ حَرّانی (متوفی ۷۲۸ھ) رحمہ اللہ۔

بعض اسماءِ محدثین جو جرح میں متشدد سمجھے جاتے ہیں:

حافظ ابن حِبّان بُستی (متوفی ۳۵۴ھ) رحمہ اللہ اور ابنِ قطّان فاسی (متوفی ۶۲۸ھ) رحمہ اللہ۔

بعض اسماءِ محدثین جو جرح میں متساہل سمجھے جاتے ہیں:

امامِ حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) رحمہ اللہ اور امامِ بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) رحمہ اللہ (۷)۔

تقسیمِ جرح وتعدیل:

جرح وتعدیل میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے: مبہم اور مفسَّر۔

(۱) مبہم: جرح مبہم اور تعدیل مبہم وہ ہے، جس میں جرح وتعدیل کا کوئی سبب مذکور نہ ہو۔

(۲) مفسر: جرح مفسر اور تعدیل مفسَّر وہ ہے، جس میں جرح وتعدیل کا سبب مذکور ہو۔

قبولیت وعدمِ قبولیتِ جرح وتعدیل:

جرح مفسر اور تعدیل مفسر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں، البتہ! جرح مبہم اور تعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں بعض حضرات سے اختلاف منقول ہے، مگر راجح یہی ہے کہ تعدیل مبہم بہر صورت مقبول ہے اور جرح مبہم میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے مقابلے میں تعدیل موجود نہ ہو، تو اسے قبول کر لیا جائے گا، ورنہ یہ غیر مقبول ہوگی، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ "نزهة النظر" میں اس حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''فإن خلا المجروحُ عن تعديل قُبل الجرحُ فيه مجمَلًا غير

یہ ساری تفصیل جرح وتعدیل کے درمیان تعارض کے وقت علماءِ کرام کے چار اقوال میں سے پہلے قول کی ترجیح کے مطابق ہے، جیسا کہ علامہ عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) رحمہ اللہ نے ''الرفع والتکمیل في الجرح والتعدیل'' میں جزم کے ساتھ اسی کو راجح قرار دیا ہے، جبکہ بعض محققین نے چوتھے قول (جرح مبہم اور تعدیل مبہم میں سے ہر ایک مقبول ہوسکتی ہے، جب وہ ثقہ وعارف سے صادر ہوئی ہو، اس قول) کو بھی راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) رحمہ اللہ نے ''الرفع والتکمیل'' کے حواشی میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے مقبول وراجح ہونے پر متعدد شواہد پیش کیے ہیں (۹)۔

جرح وتعدیل میں تعارض:

ایک راوی میں جرح وتعدیل کے تعارض کی بظاہر چار صورتیں ہیں:

(۱) جرح مبہم اور تعدیل مبہم میں تعارض

(۲) جرح مبہم اور تعدیل مفسر میں تعارض

(۳) جرح مفسر اور تعدیل مبہم میں تعارض

(۴) جرح مفسر اور تعدیل مفسر میں تعارض

پہلی اور دوسری صورت میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے، تیسری اور چوتھی صورت میں جرح معتبر اور تعدیل غیر معتبر ہے، بشرطیکہ وہ جرح مفسر کسی ایسے شخص سے صادر نہ ہوئی ہو کہ جو جرح کرنے میں متعصّب، متشدّد، یا متعنّت شمار کیا گیا ہو۔

لیکن اگر کسی راوی پر جرح اور تعدیل دونوں ایک ہی ناقد سے صادر ہوئی ہوں، تو اُن میں سے آخری قول کو لیا جائے گا اور اگر آخر القولین کا علم نہ ہوسکے، تو اُس پر توقف کیا جائے گا (۱۰)۔

جرح وتعدیل کے بعض اہم مسائل:

موقع کی مناسبت سے جرح وتعدیل کے چند اہم مسائل کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) مرد وزن اور آزاد وغلام کی جرح کا حکم:

روایتِ حدیث کی طرح ہر شخص جرح وتعدیل کرنے کا بھی اہل ہوتا ہے، خواہ وہ مرد ہو، یا عورت، آزاد ہو، یا غلام، بشرطیکہ اس میں جارحین ومعدلین کے اوصاف وشرائط پائے جائیں، جن کا ذکر اوپر آچکا ہے (۱۱)۔

(۲) ایک آدمی کی جرح اور تعدیل کا حکم:

حضراتِ محدثین کے ہاں جرح وتعدیل کے باب میں ایک شخص کا کلام بھی معتبر سمجھا جاتا ہے اور شہادت کی طرح اس میں دو آدمیوں کا ہونا شرط نہیں ہے(۱۲)۔

(۳) ''مَنْ حَدَّثَ وَنسي'' کا حکم:

اگر راوی اپنے شیخ سے کوئی حدیث بیان کرے، مگر شیخ کو وہ یاد نہ ہو اور وہ اپنی طرف اس حدیث کی نسبت کو تسلیم نہ کرے، تو محدثین کے ہاں اس صورت کو ''مَنْ حَدَّثَ وَنسي'' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اگر اُستاذ نے شاگرد کی بالیقین نفی کر دی ہو کہ میں نے اسے یہ روایت بیان نہیں کی اور یہ میرے اوپر جھوٹ بول رہا ہے، تو اس صورت میں شاگرد کی یہ روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

(۲) اور اگر اُستاذ بالیقین نفی نہ کرے، بلکہ تردّد میں پڑ جائے کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے اسے یہ حدیث بیان کی ہے، یا نہیں کی؟ اس صورت میں یہ روایت قبول کر لی جائے گی۔

مگر ان دونوں صورتوں میں یہ بات اُستاذ یا شاگرد کسی کے حق میں جرح شمار نہ ہوگی، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی سچائی اور نسیان کا برابر احتمال موجود ہے(۱۳)۔

(۴) اُجرت پر حدیث سنانے والے کی روایت کا حکم:

جو شخص اُجرت پر حدیث سناتا ہو اور طالب سے پیسے طے کر کے اُسے روایت بیان کرتا ہو، جُمہور محدثین کے نزدیک ایسے شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی کہ اس نے روایتِ حدیث جیسے مبارک عمل کو کاروبار اور پیسے کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، البتہ! مشہور شافعی فقیہ اور محدث ابو اسحاق شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایسے شخص کے پاس معاش کا انتظام نہ ہو اور روایتِ حدیث میں کثرتِ اشتغال کی وجہ سے اس پر اہل وعیال کے لیے روزی کمانا مشکل ہو جائے، تو اُس کے لیے بقدرِ ضرورت اجرت لینا جائز ہے، لہٰذا اُس سے روایت لی جاسکتی ہے(۱۴)۔

یہ ساری بحث طلبہ سے اُجرت لے کر حدیث بیان کرنے بارے میں ہے، لیکن اگر بیت المال یا کسی ادارہ کی طرف سے محدث کے لیے نفقہ جاری ہو، تو وہ وقت کا معاوضہ کہلاتا ہے اور اُسے لینا بالاتفاق جائز ہے۔

(باقی آئندہ)

دلِ مردہ "دِل" نہیں، اُسے زندہ کردوبارہ

مولانا عبدالقوی ذکی حسامی

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا، اس کو اشرف المخلوقات کا تمغہ دیا، انسان کی خلقت وبناوٹ میں اپنی قدرت کے انمول نظارے جلوہ گر کیے۔ یہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے: جسم اور روح۔ جسم اور روح کے درمیان بڑا گہرا رشتہ ہے، دونوں ساتھ رہیں تو زندگی، جدا ہوجائیں تو موت۔ ان دو عنصروں سے انسان کا تعارف ہے۔ دونوں کی نشو ونما مختلف، دونوں کی غذا اور تر وتازگی کی راہیں مختلف، دونوں کے سامانِ تسکین مختلف ہیں۔ جسم کا تعلق ظاہر سے ہے، روح کا باطن سے ہے۔ ایک ظاہر کی زندگی اور موت ہے، ایک باطن کی زندگی اور موت ہے۔ جس طرح دل کی تین رگیں مفلوج ہوجائیں تو ظاہر کی موت کا پتہ چلتا ہے، اسی طرح تین جگہوں پر اپنے دل (روح) کی کیفیت معلوم ہوتی ہے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مردہ؟! اور یہی وہ روح ہے جس سے انسان کو خداشناسی حاصل ہوتی ہے، اسی سے انسان 'انسان بنتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ دل اچھا ہے یا مردہ؟ کیسے معلوم کیا جائے؟ آپؓ نے فرمایا: وہ تین باتیں ہیں جن سے دل کی زندگی اور موت کا پتہ چلتا ہے، وہ تین باتیں یہ ہیں:

"أُطلب قلبک فی ثلٰث مواطن: ۱:-عند سماع القرآن، ۲:-وفی مجلس الذکر، ۳:-وفی وقت الخلوة، فإن لم تجده فی هذه المواطن، فاعلم انه لا قلب لک، فاسئل اللّٰہ قلبًا آخر۔"

"تین جگہوں پر اپنے کی دل کی جانچ کرو: ۱:-قرآن مجید کی سماعت (سننے) کے وقت، ۲:-ذکر کی مجلس میں، ۳:-خلوت میں (یعنی خوفِ خدا کا احساس)۔ (تمہارا دل ان جگہوں پر مطمئن ہے تو سمجھ لو کہ دل زندہ ہے) اور اگر ان جگہوں پر دل کو نہیں پاتے، (یعنی ان جگہوں پر دل نہیں لگتا) تو جان لو کہ تمہارا دل ہے ہی نہیں، (یعنی مردہ ہوگیا ہے) لہٰذا اللہ سے دوسرے (یعنی زندہ دل) کا سوال کرو۔"

۱:-قرآن کی سماعت:

سب سے پہلی چیز قرآن مجید کی سماعت ہے۔ قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جو آج بھی اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے، اور کیوں نہ ہو، جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ." (الحجر:۹) اس کی طرف منسوب ہر عمل باعثِ اجر وثواب ہے،

اس کتاب کا پڑھنا، سننا، سمجھنا، غور وفکر کرنا، تعلیم وتعلم کرنا، جہاں اُخروی اعتبار سے فائدہ مند ہے، وہیں دنیوی لحاظ سے باعثِ خیر وبرکت اور سامانِ تسکینِ قلب ہے۔قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے، اس کتاب سے ہدایت اُسے ہی نصیب ہوتی ہے جو اس کا قدردان اور طالبِ ہُدیٰ ہو، جو اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا، اس کے لیے حجت بنے گا، اور اگر کوئی اس سے روگردانی کرے، یعنی اس کی تعلیمات پرعمل آوری نہ کرے، اُن کے خلاف بروزِ قیامت گواہی دے گا۔

مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ: تین باتیں ایسی ہیں وہ اگر مسلمانوں میں بھی پائی جائیں تو کلام اللہ سے استفادہ ممکن نہیں، وہ تین باتیں یہ ہیں: ۱:-تکبر،۲:-قرآن مجید میں بغیر علم کے مجادلہ کرنا،۳:-انکارِ آخرت اور دنیا پرستی۔(مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی)

جس کا دل قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور سننے میں لگتا ہواور قرآن کریم کے وعدے، نصیحتیں اور وعیدات وزجر وتنبیہات اس پر اثر انداز ہوتی ہوں تو وہ جان لے کہ اس آدمی کا دل زندہ ہے، ورنہ اس کا دل مردہ ہے۔

۲:-ذکر کی مجلس:

جس کا دل ذکر کی مجلس میں بیٹھنے پر آمادہ ہو تو جان لے کہ اس آدمی کا دل زندہ ہے، ورنہ وہ دل مردہ ہے۔یاد رکھو! ایک حدیث میں ذکر کرنے والوں کو زندہ اور نہ کرنے والوں کو مردہ بتایا گیا ہے، یعنی ان کا دل ذکر نہ کرنے کی وجہ سے مردہ ہوگیا، ان کی روحانیت زندہ نہ رہی:

”عن ابی موسیٰ الاشعری ؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : مثل الذی یذکر ربہٗ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت.“ (بخاری ومسلم، بحوالہ مشکوٰۃ)

روح کی تازگی اور اس کی بقائے حیات کے لیے ذکر غذا کے مانند ہے، ورنہ ایسے قلب کا شمار مردوں میں ہوتا ہے، قرآن مجید میں سکونِ قلب کا سامان ذکر کو بتایا گیا ہے: ”اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔“ (الرعد:۲۸)

صاحبِ تفسیرِ مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ذکر سے مراد قرآن اور سکون سے مراد ایمان ہے۔“ (تفسیر مظہری) کیونکہ ایمان دلوں کا ذریعہء سکون اور نفاق دلوں کی بے چینی کا سبب ہے۔اللہ کی یاد سے شیطانی وساوس دُور ہوتے ہیں جو، انسان کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ایک جگہ اللہ رب العزت نے ذکر کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے اُسے میں یاد کرتا ہوں: ”فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔“ (البقرۃ:۱۵۲)

بندہ اگر چاہے کہ اس کا تذکرہ اللہ کے یہاں ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکامات کو بجالائے کہ اس وقت میرا

اللہ مجھ سے کیا چاہ رہا ہے۔ بزرگانِ دین نے اللہ کو یاد رکھنے کی آسان صورت یہ بتائی کہ آدمی جب سیڑھیوں یا کسی اور چیز پر چڑھے تو اللّٰہ اکبر، نیچے اُترے تو سبحان اللّٰہ اور جب برابر چلے تو لا إلٰہ إلا اللّٰہ کہنے کا اہتمام کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''ہر آدمی کے دل میں دو کوٹھڑیاں ہیں: ایک میں فرشتہ اور دوسرے میں شیطان رہتا ہے، جب آدمی ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے، اور اگر غافل ہو تو وساوس ڈالتا ہے۔'' (بحوالہ تفسیر مظہری)

۳:-خلوت میں خدا کا خوف

تیسری علامت دل کے زندہ اور مردہ ہونے کی جو بیان کی گئی ہے، وہ خلوت میں خدا کا خوف ہے۔ ایک طویل حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اس میں سے ایک وہ آدمی بھی ہے جو تنہائی میں اللہ کے خوف سے روتا ہو:

''سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ، يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ...... وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔'' (صحیح البخاری، رقم الحدیث:٦٦٠)

آدمی کا تقویٰ تنہائی میں معلوم ہوتا ہے، جہاں اس کو کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ وہ کسی کو دیکھتا ہو، ایسی جگہ پر اللہ سے ڈرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ۔'' (سنن الترمذی)...... ''تم جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرو۔'' جلوت میں ہو یا خلوت میں، عبادات ہوں یا معاملات، غرض ہر موقع و محل میں اللہ سے ڈرے، کہیں ہم سے اس کی خطا نہ ہوجائے اور وہ ہم سے ناراض ہوجائے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری ہے:

''اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔'' (سورۃ المجادلہ:۷)

''تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور کل قیامت کو بتلائے گا تمہارے کیے اعمال کو۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پانچ قسم کے انعامات سے نوازے گا:

۱:- پہلا انعام دنیا و آخرت کے مصائب و مشکلات سے نجات کا راستہ ہموار کرے گا۔

۲:- دوسرا انعام یہ ہے کہ اس کو روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔

۳:- تیسرا انعام یہ ہے کہ اللہ اس کے کام کو آسان فرمائے گا۔

۴:- چوتھا انعام یہ ہے کہ اس کی سیئات کو مٹا دے گا۔

۵:- پانچواں انعام یہ ہے کہ اس کے اَجر کو بڑھا دے گا۔'' (سورۃ الطلاق)

حقیقت یہ ہے کہ تنہائی کا گناہ آدمی کو خدا سے اس قدر دور کر دیتا ہے جس قدر تنہائی کی نیکی قریب کر دیتی ہے۔ اللہ کے یہاں ساری نوعِ انسانیت برابر ہے، کسی کی برتری اور کمتری نہیں ہے: ''**مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ**'' اگر کوئی اللہ کے یہاں اپنا مقام بنانا چاہے تو تقویٰ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔**''

کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وإذا خلوت بريبة في ظلمة

والنفس داعية إلى الطغيان

فاستحي من نظر الإله وقل لها

إن الذي خلق الظلام يراني

''جب تو کسی اندھیرے میں برائی کے لیے قدم اُٹھائے، تیرے دل میں اس برائی کا داعیہ ہو تو اس وقت تو اللہ کی نظر سے حیا کر اور نفس سے کہہ کہ جس نے اندھیرا پیدا کیا، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

(بقیہ: وفاق کے پی کے)

طلبہ وطالبات اور ان کے اساتذہ کے سال بھر کی محنت اب آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے لہذا معمولی غفلت سے طلبہ وطالبات کا مستقبل داؤ پر لگ سکتا ہے لہذا ہمیں اپنے مزاج کے مطابق نمبر نہیں دینے چاہیے بلکہ وفاق کے اصول ہدایات کے مطابق ہو۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں گیارہ روز تک پرچوں کی عمل جاری رہا۔ اللہ کے فضل وکرم سے نہایت خوش اسلوبی سے جانچ پڑتال کا یہ مرحلہ اختتام پذیر ہوا۔ جس میں صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا کلیدی کردار رہا۔ آپ نہایت سلیقہ مندی اور فکرمندی سے تمام امور کی نگرانی فرماتے رہے۔ جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش پشاور صدر کی طرف سے بھی بہترین انتظامات کیے گئے تھے۔ ادارہ کی طرف سے بھرپور تعاون رہا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان جامعہ امداد العلوم مسجد درویش پشاور صدر کے مہتمم جناب حافظ محمد داود فقیر صاحب اور دیگر منتظمین کا شکرگزار ہیں کہ ان ہی کی کوششوں اور تعاون کی وجہ سے یہ عمل مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں۔

ماہِ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات

مولانا محمد اجمل قاسمی

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا سننا سنانا:

(دوسرا و آخری حصہ) رمضان کے بابرکت مہینے کو قرآن پاک سے بڑی مناسبت ہے، قرآن پاک کی تصریح کے مطابق اللہ تعالی نے اپنے اس پاکیزہ کلام کو لوح محفوظ سے سب آخری آسمان پر اتارنے کے لیے اسی مبارک مہینے اور اس کی بابرکت رات شب قدر کا انتخاب فرمایا، احادیث سے بھی قرآن اور روزے میں خاص تعلق کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ وارد ہے:

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: أیْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَةَ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ، وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ، فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ، قَالَ: فَیُشَفَّعَانِ

''روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا، اے رب میں نے اس بندے کو کھانے اور خواہشات سے روکا ہے؛ لہٰذا تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا میں نے اس بندے کو رات میں سونے سے روکا ہے (یعنی راتوں کو جاگ کر تراویح اور نفلوں میں قرآن پڑھتا تھا) لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش کو قبول فرما، اللہ کے رسول نے فرمایا تو یہ دونوں ہی سفارش کریں گے'' (مسند احمد و الطبرانی)

راتوں کو نوافل میں قرآن کریم کی تلاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا، رمضان میں آپ کا یہ معمول مزید بڑھ جاتا تھا، پھر رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مل کر قرآن سنتے اور سناتے تھے؛ حدیث پاک میں وارد ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ أجْوَدَ النَّاسِ، وَکَانَ اَجْوَدَ مَایَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ، وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِی کُلِّ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیهِ السَّلَامُ أجْوَدَ بِالْخَیرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ (سنن النسائی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بخشش اور خلق کی

نفع رسانی میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے،اوررمضان مبارک میں آپ کی یہ کریمانہ صفت اورزیادہ ترقی کرجاتی تھی،رمضان میں ہررات جبریل امین آپ سے ملتے تھے،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کوقرآن مجید سناتے تھے،توجب جبریل آپ سے ملتے تھےتو آپ کی اس کریمانہ نفع رسانی اورخیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اورزور پیداہوتا‘‘

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں نہ صرف تلاوت کرتے تھے، بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام کوقرآن سناتے بھی تھے،لہٰذا رمضان میں حفاظ کرام قرآن کے پاک سننے اورسنانے کا جواہتمام کرتے ہیں وہ دوہرے اجر کے مستحق ہوتے ہیں،ایک اجرقرآن سننےاورسنانے کااوردوسرارسول اللہ صلی علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کوزندہ کرنے کا؛لہٰذااس کازیادہ سےزیادہ اہتمام ہوناچاہیے۔

صدقات وخیرات اورنفع رسانی کی کثرت:

رمضان مبارک میں نیکیوں کا اجر بڑھ جاتاہے؛لہٰذا ذکروتلاوت دعا وتسبیح اورنماز کی کثرت واہتمام کے ساتھ اپنی بساط بھرزیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے، روزہ داروں کوروزہ افطارکرانے پر بڑے اجر وثواب کے وعدے کیے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سخاوت اورلوگوں کا حاجت روائی کا اہتمام کچھ کم نہ تھا؛مگر رمضان میں آپ کی طبیعت پر کچھ عجیب کیف ونشاط کا عالم طاری رہتا؛چنانچہ جہاں آپ کے اوراعمال میں اضافہ ہوتا، وہیں آپ کی جودوسخا اورلوگوں کودینی ودنیاوی فائدہ پہنچانے کا جذبہ بھی بہت بڑھ جاتا تھاجس سے ہرکوئی فیض یاب ہوتا،اوپر کی حدیث میں مذکوریہ الفاظ ایک بارپھر پڑھیےاوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جودوسخااورجذبہ نفع رسانی کا کچھ اندازہ لگایئے:

’’قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيهِ السَّلَامُ أَجْوَدَ بِالْخَيرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ‘‘(سنن النسائی)

’’فرمایا:جب جبریل آپ سے ملتے تھےتو آپ کی اس کریمانہ نفع رسانی اورخیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اورزور پیداہوتا‘‘

جس طرح بارش سے پہلے آنے والے ٹھنڈی ہواؤں کے مست جھونکے ہرکسی کے بدن کوچھوتے اوراس کے دل کے خوش کردیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی جودوسخا کے بابرکت جھونکےاس سے کہیں زیادہ لوگوں کو فیضاب کرتے اوران کے لیے باعث فرحت وشادمانی بنتے ہیں؛لہٰذاامت کےافرادکواپنی اپنی بساط کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنی چاہیے،اورصدقہ وخیرات اورخیر کی تعلیم کے ذریعے زیادہ سے زیادہ

لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اعتکاف:

رمضان المبارک رب کریم کی عطا، اس کی داد و دہش، اس کی عنایت خسروانہ اور الطاف کریمانہ کا موسم بہار اور اس کے عفو درگذر کو حاصل کرنے کا خاص سیزن ہے، اور اعتکاف ان عظیم سوغاتوں اور نوازشوں کے سمیٹنے کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ ہے، اعتکاف کیا ہے؟ اعتکاف نام ہے ہر طرف سے یکسو ہو کر مولا کے گھر پڑ جانے کا، اس کے در دولت کی چوکھٹ کو تھام کر اس کو منانے اور اس سے مانگنے کا اور اس کے کرم کی بارش سے اپنے دامن مراد کو بھرنے کا، دوسری ساری عبادتیں آدمی کچھ وقت تک ہی انجام دے سکتا ہے، جہاں کسی اور کام میں مشغول ہوا عبادت کا سلسلہ رک جاتا ہے؛ لیکن اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی سوتے جاگتے، کھاتے پیتے اور بات کرتے ہر وقت عبادت میں ہوتا ہے، دوران اعتکاف کسی اور کار خیر یا عبادت میں مشغول ہو جائے تو کیا کہنے! سونے پر سہاگا، نور علی نور؛ بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں کے کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے اس کے نامہ اعمال میں اللہ کے حکم سے ان نیکیوں کا بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔(معارف الحدیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے اور دسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے، اعتکاف کے فضائل بہت زیادہ ہیں، کسی بھی مسلمان کو اس کے محروم نہیں رہنا چاہیے، اگر ہر رمضان میں اس کی توفیق ہو جایا کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک معمول تھا تو کیا کہنے! قابل رشک ایسے لوگ؛ لیکن اگر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے، تو پھر کسی کسی سال تو اس کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے، آدمی روزی روٹی کی خاطر سالہا سال کے لیے بیوی بچے وطن اور نہ جانے کیا کیا چھوڑ دیتا ہے، جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کے لیے چند دن کے لیے گھر چھوڑ کر مسجد میں پڑ جانا کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے، بس ہمت اور ارادے کی ضرورت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

'اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِه'' (صحیح البخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے، آپ کا یہ معمول جاری رہا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے (اپنے گھر کے معتکف میں) اعتکاف کے معمول کو جاری رکھا۔''

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِيهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوماً''(صحيح البخاري)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے،جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا''

آداب صوم کی تلقین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت براہ راست اللہ تعالی نے خود فرمائی؛اس لیے آپ کی فطرت اعلی اخلاق کے بہترین سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی،اللہ تعالی کا ارشاد ہے''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ''(القلم)(اے نبی!بلاشبہ آپ زبردست اخلاق کے حامل ہیں)رمضان تو خیر رمضان ہی ہے،آپ اپنی عام زندگی میں بھی بدگوئی،غیبت، بہتان تراشی اور بیہودہ وفضول قسم کی باتوں سے ہمیشہ پاک وصاف رہے،آپ امت کو بھی ان برائیوں سے دور رکھنا چاہتے تھے؛چنانچہ لوگوں کو ان سے آگاہ کرتے،رمضان میں خاص طور پر ان سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے؛اس لیے کہ ان برائیوں سے پرہیز کیے بغیر روزہ ضابطے میں گوادا ہوجاتا ہے؛مگر روزے کے جو فوائد وثمرات ہیں،اس کی جو اصل روحانی برکتیں ہیں،اوراس کے ذریعے ہمارے نفس کی جس طرح کی تربیت مقصود ہے وہ ان برائیوں سے بچے بغیر حاصل نہیں ہوتی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَايَرْفُثْ، وَلَايَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُوءٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّیْ صَائِمٌ''(صحیح البخاری)

''روزہ (نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاؤ کے لیے) ڈھال ہے،اور جب تم سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ بکے،اور نہ حماقت ونادانی کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوج یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں''(اور یہ کہہ کر کنارہ کش ہوجائے)

ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ، وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِی أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

''جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں''(صحیح البخاری)

رمضان میں حضور کے معمولات کے تعلق سے یہ چند موٹی موٹی باتیں پیش کی گئیں،اللہ تعالی ان کو سب کے لیے نافع اور مفید بنائے،اور ہم سبھی کو ان پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین!۔☆

حفاظ کرام! تراویح سے پہلے یہ چند سطریں پڑھ لیجیے!

مبشر بن محمد کاوی

رمضان المبارک بڑا با برکت مہینہ ہے، اور مسلمانوں کو محبوب بھی ہے، اسی لیے اس کے آنے سے پہلے ہی مسلمانوں میں اس کے چرچے شروع ہو جاتے ہیں، ہر ایک اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اس کے فوائد کو سوچ کر خوش ہوتا ہے، کوئی اس لیے خوش ہوتا ہے کہ اچھے اچھے کھانے ملیں گے، کوئی اس لیے خوش ہوتا ہے کہ خوب روپے کمائیں گے وغیرہ، لیکن ان خوش ہونے والوں میں ایک گروہ یہ بھی ہے جن کی خوشی کھانے، پینے یا کمانے کی نہیں ہوتی بلکہ ان کی خوشی یہ ہوتی ہے کہ اب ہمیں تراویح میں مکمل قرآن سنانا ہے، اور قرآن کے انوار و برکات سے مالا مال ہونا ہے، یہ حفاظِ قرآن ہیں، جنہوں نے بڑی محنت سے قرآن کو اپنے سینے میں اتارا ہے۔

چونکہ تراویح پڑھانا بڑی ذمہ داری کی بات ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ امام ذمہ دار ہے، یعنی امام سارے مقتدیوں کا ذمہ دار ہے، سارے مقتدیوں کی نماز کا مدار امام کی نماز پر ہے، گویا امام کی ذرا سی بھی چوک ہوگئی اور نماز میں فساد آ گیا تو سارے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ اس لیے تراویح پڑھانے والے کو بہت زیادہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، آج کل اس میں کئی پہلو سے بڑی کوتاہی ہو رہی ہے، ذیل میں چند باتیں پیش خدمت ہیں، اگر تراویح پڑھانے والا ان کو پیش نظر رکھے گا تو ان شاء اللہ وہ اپنی ذمہ داری کو بہتر طریقے سے ادا کر پائے گا۔

سوچیے! آپ کون سی کتاب پڑھ رہے ہیں؟

سب سے پہلے تو ہم جس کتاب کو تراویح میں پڑھتے ہیں، اس کے بارے میں سوچیں کہ یہ کتاب کیسی ہے؟ اس کا درجہ کیا ہے؟ سوچ سمجھ کر یہ ذہن میں بٹھالیں کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ بڑی اہم کتاب ہے، یہ بڑی عظمت والی کتاب ہے، دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نیز یہ بھی سوچیں کہ یہ کتاب کہاں سے آئی ہے، اس کو نازل کرنے والا کون ہے؟ یہ کس شخصیت پر اتری ہے؟ اور اس شخصیت کے پاس اس کتاب کو لانے والے کون ہے؟ یہ ذہن میں بٹھالیں کہ یہ کتاب ایسی ذات کی طرف سے نازل کی گئی ہے، جو علیم وحکیم ہے، رب العالمین ہے، مالک الملک ہے، اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں، جب وہ اتنا بڑا ہے تو اس کی طرف سے نازل کی ہوئی یہ کتاب کتنی بڑی ہوگی، نیز اس کو لے کر آنے والے حضرت جبرئیلؑ ہیں، جو سارے فرشتوں کے سردار ہیں، پھر جس پر یہ کتاب نازل

ہوئی ہے وہ پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو تمام انبیاء کے سردار ہیں، تو بھیجنے والا بھی اونچا، لانے والا بھی اونچا اور جس پر بھیجی گئی وہ بھی اونچا، اللہ اکبر۔ بہر حال سب سے پہلے اپنے دل میں قرآن کی عظمت بٹھالیں، کیوں کہ انسان اسی چیز کی قدر کرتا ہے جس کی عظمت دل میں ہوتی ہے۔

تراویح پڑھانے سے پہلے خوب تیاری کرلیں:

یہ بات مسلّم ہے کہ کوئی بھی کام بغیر تیاری کے اچھے طریقے سے مکمل نہیں ہوسکتا، یہ عام تجربہ کی بات ہے کہ کسی بھی کام کو پہلے سے تیاری کر کے کریں تو بہترین طریقے سے تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، لہذا تراویح کی بھی پہلے سے تیاری ضروری ہے، ورنہ نہ پڑھنے والے کو مزہ آئے گا نہ سننے والے کو، اس لیے ۲۴ گھنٹوں میں سے کوئی وقت اس کے لیے خاص کرلیں جس میں صرف اور صرف قرآن کی تلاوت کی جائے اور کوئی عمل نہ کیا جائے، اور اس وقت خوب دھیان سے قرآن پڑھیں، ایک ایک حرف سمجھ سمجھ کر پڑھیں، آہستہ پڑھیں، جلدی بالکل نہ کریں، جب تیاری ہو جائے تو بہتر ہے کہ کسی کو سنا دیں، دوسرے کو سنانے سے اپنی غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں، کئی مرتبہ ہم کسی آیت کو صحیح سمجھ کر پڑھتے رہتے ہیں پھر کسی کو سنانے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت تو میں کئی سالوں سے غلط پڑھ رہا تھا۔

زیادہ ٹینشن نہ لیں:

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: یعنی انسان کو اتنا ہی ذمہ دار بنایا گیا ہے جتنی اس کی طاقت ہے، طاقت سے زیادہ کوئی مکلّف نہیں۔ لہذا حافظ صاحب کو بھی یہ بات دل میں بٹھا لینی چاہیے کہ میں اپنی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں ہوں، اسی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی پوری طاقت لگادیں، جب پوری طرح محنت کرلیں، اور اچھی طرح یاد کرلیں، تو اب دماغ پر اس کا زیادہ بوجھ نہ لیں کہ رات کو کیا ہوگا؟ میں پڑھ سکوں گا کہ نہیں؟ فلاں رکوع یا فلاں صفحہ بہت خطرناک ہے وہاں کیا ہوگا؟ اس قسم کے خیالات دل میں بالکل نہ لائیں، بلکہ دماغ کو بالکل فری رکھیں، ہرگز ٹینشن نہ لیں، ایسے خوف وہراس سے جو یاد کیا ہوا ہوتا ہے وہ بھی نکل جاتا ہے، اور صبح کا عمدہ شام کو گھٹیا بن جاتا ہے، اس لیے زیادہ ٹینشن نہ لیں اور اللہ پر بھروسہ کر کے تراویح پڑھائیں۔

قرآن کو بہت تیز نہ پڑھیں:

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ہم جس قرآن کو پڑھ رہے ہیں، وہ بہت بڑی ذات کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے، اور خود قرآن بھی کوئی عام کتاب نہیں ہے، بلکہ دنیا کی ساری کتابوں سے بڑھ کر عظمت والی کتاب ہے۔ اس لیے جب اس کی تلاوت کی جائے تو بہت ادب سے تلاوت کی جائے، اس کو صحیح صحیح پڑھا جائے، مخارج وغیرہ کی مکمل

رعایت کی جائے۔قرآن کو صحیح پڑھنے کے لیے آہستہ پڑھنا بہت ضروری ہے،جلدی جلدی پڑھنے سے بڑے نقصان ہوتے ہیں،عام طور پر ایک بہترین قرآن پڑھنے والا بھی جب تراویح پڑھاتا ہے،تو اس کو زیادہ سے زیادہ تیز پڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی وجہ سے کئی غلطیاں کرتا ہے،کئی حروف چھوٹ جاتے ہیں بلکہ آیتیں بھی چھوٹ جاتی ہیں،اور مخارج وغیرہ تو بے چارے رمضان میں مظلوم ہی بن جاتے ہیں۔

بسا اوقات ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے کی وجہ سے یا غلط پڑھنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے،اور حافظ صاحب کو مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پتہ بھی نہیں چلتا۔چونکہ عام طور پر عوام میں نہ نماز کا شوق ہے نہ قرآن سننے کا شوق ہے،اس لیے وہ تو صرف یہی چاہتے ہیں کہ جلدی سے تراویح ختم ہو جائے،چاہے اس میں قرآن صحیح پڑھا جائے یا غلط پڑھا جائے،اسی لیے عوام میں ایسے لوگ تو بہت ملیں گے جو یہ کہیں گے کہ حافظ صاحب بہت آہستہ پڑھ رہے ہو! جلدی پڑھو! لیکن ایسا کہنے والے شاید ہی ملیں کہ حافظ صاحب آہستہ آہستہ پڑھو،یہ اللہ کا کلام ہے،اس کو اس طرح نہیں پڑھا جاتا وغیرہ،لہٰذا اس معاملے میں عوام کی طرف ہرگز دھیان نہ دیں،بلکہ یہ سوچیں کہ میں ان سب کا ذمہ دار ہوں،اگر تراویح میں کوئی غلطی ہوگی تو میری پکڑ ہوگی نہ کہ ان کی،بعض ساتھی تیز اس لیے پڑھتے ہیں کہ میں جلدی سے ختم کردوں تاکہ لوگ شاباشی دیں کہ یہ زبردست پڑھنے والا ہے،واقعی ہوتا بھی ایسا ہے جو جتنا زیادہ تیز پڑھتا ہے وہ عوام میں اتنا ہی زیادہ مقبول ہوتا ہے،چاہے قرآن کو کتنا ہی غلط پڑھے۔

پیارے حفاظ یاد رکھیے! ہمارا مقصد عوام کو راضی کرنا نہیں ہے ہمارا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہے۔یہاں یہ بات یاد رہے کہ آہستہ پڑھنے کا مطلب یہ نہیں ہے،کہ بالکل اس طرح پڑھیں جیسے فرض نماز میں پڑھا جاتا ہے،(جسے تدویر کہتے ہیں) بلکہ مطلب یہ ہے کہ درمیانہ انداز میں پڑھیں نہ بہت تیز نہ بہت آہستہ،(جسے حدر کہتے ہیں) جس میں قرآن کی بھی رعایت ہو اور مقتدیوں کی بھی۔

لقمہ دینے میں جلدی نہ کریں:

کئی مرتبہ بہترین یاد ہونے کے باوجود،یا کچھ کچا ہونے کی وجہ سے،یا جلدی جلدی پڑھنے کی وجہ سے یا دھیان نہ رہنے کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے،یاد ہی نہیں آتا کہ آگے کیا پڑھنا ہے،ایسی صورت میں پہلی کوشش یہ کریں کہ ایک دو آیت پیچھے سے پڑھیں تاکہ اگلی آیت یاد آجائے،اگر اس طرح آیت یاد آجاتی ہے تو فبہا ورنہ بہتر یہ ہے کہ اگر فرض مقدار پڑھ لی ہے تو رکوع میں چلا جائے پھر اگلی رکعت میں چھوٹا ہوا پڑھ لیں۔عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ پڑھنے والے کو آگے کی آیت یاد نہیں آتی وہ ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتا رہتا ہے،پیچھے سے لقمہ بھی نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو یہ سنتا نہیں ایسی صورت میں نماز میں بھی خرابی آسکتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ فرض مقدار ہوگئی ہے تو رکوع میں چلا جائے یا

پھر بالکل دھیان سے لقمہ سنیں اور پھر آگے پڑھنا شروع کریں، پیچھے کھڑے حافظ صاحب کو بھی اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ لقمہ دینے میں بالکل جلدی نہ کریں، بعض مرتبہ پیچھے والے کو یہ شک ہوتا ہے کہ غلط پڑھ رہا ہے، یقین نہیں ہوتا، صرف اسے ایسا لگتا ہے کہ یہ غلط پڑھ رہا ہے، حالانکہ پڑھنے والا صحیح پڑھ رہا ہوتا ہے اور یہ غلط سمجھ کر غلطی نکال دیتا ہے، اور پڑھنے والا پریشان ہوجاتا ہے، یہ بات تمام تراویح پڑھانے والوں کو معلوم ہوگی کہ جب مصلے پر ہونے کی حالت میں غلطی نکالی جاتی ہے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اور جب غلطی نہ ہو پھر بھی غلطی نکالی جائے تب تو ایسا ہوتا ہے کہ پیچھے مڑ کر اس پر ایسا زوردار حملہ کردوں کہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوجائے، اس کا تجربہ قریب قریب تمام حفاظ کو ہوگا، لہذا پیچھے رہنے والے حافظ صاحب کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ صرف شک کی بنیاد پر لقمہ دینے کی ہرگز کوشش نہ کریں، اگر کسی آیت میں شک ہے تو نماز کے بعد دیکھ لیں اور اگر واقعی غلطی ہے تو اسے بتلادیں تاکہ بعد میں وہ اس کی اصلاح کرلیں۔

کچھ مسائل سیکھ لیں:

آجکل عام طور پر تراویح پڑھانے والے ساتھی صرف حافظ ہوتے ہیں، انہوں نے عالمیت نہیں کی ہوتی اور غفلت کی وجہ سے اکثر حضرات کو ضروری مسائل بھی پتہ نہیں ہوتے، یہ بڑی کمی کی بات ہے، اسے ختم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ کئی مرتبہ نماز پڑھانے والے سے ایسے افعال صادر ہوجاتے ہیں، جن سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اور ادھر حافظ صاحب کو مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پتہ بھی نہیں چلتا، پھر بعد میں نماز کو دہرانے کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے حافظ صاحب کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم اتنے مسائل سیکھ لیں جن سے وہ نماز صحیح طریقے سے پڑھا سکیں۔

اپنی نیت صحیح رکھیں:

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنی نیت درست کرلیں، حدیث پاک میں آتا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، جیسی نیت ہوگی ایسا ہی عمل ہوگا۔ اس لیے تراویح پڑھانے سے پہلے اپنی نیت کو ضرور درست کرلیں، کہ میں خالص اللہ کو راضی کرنے کے لیے تراویح پڑھا رہا ہوں، دوسری کوئی غرض نہیں، نہ مجھے روپیوں پیسوں کی ضرورت ہے، نہ لوگوں کی واہ واہ کی ضرورت ہے۔ اگر اس نیت سے تراویح پڑھائی جائے گی تو نہ لوگوں کی تعریف سے تکبر پیدا ہوگا اور نہ ان کی تذلیل سے حقارت محسوس ہوگی، اور بہترین طریقے سے تراویح پڑھا سکیں گے۔ اور اگر نیت ہی یہ ہوگی کہ لوگ میری تعریف کریں، لوگ مجھے بڑا اچھا پڑھنے والا کہیں، یا کچھ نذرانہ لوگوں کی طرف سے مل جائے، تو اس صورت میں اچھے طریقے سے تراویح نہیں پڑھا سکیں گے، کیوں کہ ذرا بھی کوئی انگلی کرے گا تو حافظ صاحب ٹینشن

میں آ جائینگے، اور اگر کوئی تعریف کر دے گا تو حافظ صاحب تکبر میں مبتلا ہو جائیں گے، دونوں صورتوں میں نقصان حافظ صاحب کا ہی ہے۔ اور دوسری صورت میں تو آخرت کا بھی کتنا بڑا نقصان ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کل قیامت کے دن ایک ایسے قاری کو جو صرف شہرت، واہ واہی کے لیے قرآن پڑھتا ہے، اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو دنیا میں اس لیے قرآن پڑھتا تھا کہ لوگ تجھے بڑا اچھا پڑھنے والا کہے تو جا لوگوں نے تجھے کہہ دیا (اب یہاں کچھ ملنے والا نہیں ہے)۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

نوٹ۔ یہ چند باتیں جو ذہن میں آئیں لکھ دی ہیں ان کے علاوہ بھی اگر آپ کے ذہن میں کوئی ضروری بات ہو تو اس کا بھی اہتمام کیجیے! ہمارا مقصد اپنی ذمہ داری کو بہتر طریقے سے ادا کرنا ہے۔☆

جدید تقاضوں کو اسلام سے ہم آہنگ کرنا اور بات ہے؛ جبکہ اسلام کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا چیزے دیگر ہے۔ اسلام نے طبیعت کے جائز رجحانات کو کبھی نہیں روکا۔ زمانہ کے پر امن رسم و رواج، طرز بود و باش معقول رہن سہن میں بلا سبب رخنہ اندازی ہرگز نہیں کی، زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے ہر دور کے ممتاز اسلوب زندگی پر بلاوجہ اور بے جا پابندیاں نہیں لگائیں۔ انسان کی خوش گوار زندگی کو دین اسلام نے تلخ و بدمزہ کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی، البتہ ایمان اور عمل صالح کا راستہ ضرور دکھایا ہے۔ قرآن ایمان و عمل صالح کے صلہ میں نہایت کھلے اور صاف الفاظ میں خوش خبری سناتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

کہ......جو مرد و عورت بھی نیک عمل کرے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ و عمدہ اور بالطف زندگی بخشیں گے۔

لہٰذا وہ اسلام جو اپنے دامن میں دنیوی و اخروی زندگی کے لطف و خوش گواری لیے ہوئے ہے اور جو دنیا والوں کے لیے امن و چین، راحت و آرام، تسلی و تسکین اور سکون و اطمینان کا پیغام لایا ہے، وہ کیوں کر دنیا کے بسنے والوں کی زندگی کو بدمزہ بنائے اور ان کے آرام کو کھٹائی میں ڈالے؟! ہاں بے شک اسلام انسان کو زندگی کی ہر راہ میں قدم قدم پر مفید رہنمائی ضرور کرتا ہے۔ جہاں جہاں وہ انسانیت و شرافت، انصاف و عدل کے حدود کو توڑ کر حیوانیت، اور ظلم و تعدی کے میدان میں قدم رکھتا ہے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کو اس سے باز رکھتا ہے، کیونکہ دین اسلام تکمیلِ انسانیت کے لیے دنیا میں آیا ہے نہ کہ حیوانیت کو فروغ دینے کے لیے۔ وہ اس دنیا کو ایک امن کدہ بنانا چاہتا ہے کہ نہ ظلم کدہ۔ اس نے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی حدیں قائم کر دی ہیں، انسانیت و حیوانیت، خدا پرستی و نفس پرستی کے درمیان امتیازی خطوط کھینچ دیے اور صاف کہہ دیا: **تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا!** کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔ (م،ا،ح)

مولانا سلیم الدین شمسی کا خلاصہ مضامین قرآن

جناب عبدالمتین منیری

مولانا عمر انور بدخشانی صاحب نے مولانا سلیم الدین شمسی مرحوم کے خلاصہ مضامین قرآنی کو ایک نئی زندگی دی ہے، آج کی نسل تو مولانا شمسی کے نام سے زیادہ واقف نہیں، لیکن آج سے نصف صدی پیشتر جب ریڈیو پاکستان کی اردو نشریات کی طوطی بولتی تھی تو اس مقبولیت میں مولانا سلیم الدین شمسی کے دینی پروگراموں کا بھی بڑا حصہ تھا، مولانا کے حالات زندگی سے زیادہ واقفیت نہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے سے آپ کو نسبت ہے۔ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر سے آپ کا ربط وتعلق تھا۔ مقام رسالت کے عنوان سے ایک رسالہ بھی آپ نے جاری کیا تھا۔

اس زمانے میں برصغیر میں صبح کا آغاز ریڈیو پر مشہور قراء کی خوش الحان آواز میں تلاوت کلام پاک سے ہوتا تھا، جس کے بعد مولانا سلیم الدین شمسی صاحب کی آواز میں آیات قرآنی کا دلکش انداز سے ترجمہ قرآن پیش ہوتا تھا، گذشتہ نصف صدی میں قرآن کے اردو تراجم کئی ایک نے اپنی آواز میں ریکارڈ کئے ہیں، لیکن ہماری ناقص رائے میں زیروبم، اتار چڑھاؤ، خوبصورت اور موثر ادائیگی میں مولانا کے مقام کو ابتک کوئی نہیں پہنچ سکا ہے، آپ نے مثنوی مولانا روم کی منتخب حکایات کی تشریح بھی پیش کی ہے، جو سینکڑوں پروگراموں پر مشتمل ہے، اردو تحریروں کو پڑھنے اور براڈ کاسٹنگ میں ذوالفقار علی بخاری، رضا علی عابدی، محمد ضیاء محی الدین وغیرہ؛ کئی ایک نے شہرت پائی ہے، لیکن جہاں تک دینی پروگراموں کا تعلق ہے تو مولانا سلیم الدین شمسی اور آپ کے بعد شاہ بلیغ الدین مرحوم کی ادائیگی اپنی مثال آپ ہے، اردو کے طالب علموں کو ان شخصیات کی آواز میں ریکارڈنگز کو سننا چاہئے۔

ریڈیو پر مولانا شمسی نے جو ترجمہ قرآن جستہ جستہ پیش کئے ہیں، اس مقام تک مولانا شمسی کی دوسری ریکارڈنگ نہیں پہنچ سکی، اس کا ایک بڑا سبب اس کا تسلسل اور زیادہ دورانیہ بھی ہوسکتا ہے، جس میں اتار چڑھاؤ کا موقعہ زیادہ ملتا ہے، بعد میں آپ کی آواز میں ریکارڈ شدہ مکمل ترجمہ قرآن مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا قاری شاکر قاسمی وغیرہ کی تلاوت کے ساتھ پیش کیا گیا، لیکن فنی معیارات کا خیال رکھتے ہوئے آپ کی آواز میں ترجمہ قرآن کی اولین ریکارڈنگ پاکستانی استاد قاری علی شرف الدین الیمنی کی تلاوت کے ساتھ جو پیش کی گئی ہے وہ مثالی ہے،

قاری صاحب شیخ محمود خلیل الحصری کے شاگرد خاص تھے، ۱۹۸۰ء کی دہائی کے بعد جب ائمہ حرم کی تلاوتوں کو رواج ملا، اس سے پہلے مصری قاریوں کی تلاوتیں مقبول عام تھیں، اور فن تجوید اور مخارج کو دیکھا جائے تو پھر ان مصری قاریوں شیخ محمود خلیل الحصری، شیخ مصطفی اسماعیل کے مقام کو بعد میں آنے والے شاذونادر ہی پہنچ پائے۔ شاید آج کے زمانے کے معیارات اور ذوق کو دیکھ کر قاری شرف الیمنی کی آواز واجبی ہی لگے، لیکن اس میں شک نہیں کہ پچاس ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے باوجود فنی ریکارڈنگ میں شیخ محمود الحصری کی ریکارڈنگ کے بعد اسٹوڈیو میں ریکارڈ شدہ قاری علی شرف الدین الیمنی کی تلاوت اور مولانا سلیم الدین شمسی کے ترجمے کے معیار کو بعد میں آنے والی ریکارڈنگس نہیں پہنچ سکتیں، الحمدللہ یہ مکمل مصحف ہمارے پاس محفوظ ہے۔

بات چلی تھی خلاصہ مضامین قرآن سے، مولانا سلیم الدین شمسی مرحوم نے آئینہ تفسیر قرآن کے عنوان سے تیس پاروں کا ایک خلاصہ بھی ریکارڈ کیا تھا، جسے اردو آڈیو ڈاٹ کام پر پہلے پیش کیا جاچکا ہے۔

زبان وادب سے دلچسپی رکھنے والوں کو یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ زبانیں صرف پڑھنے سے نہیں آیا کرتیں، درست زبان اور لب ولہجہ سننے سے آتا ہے۔ ان نادر ریکارڈنگس کو سننے کا اصل مقصد یہی ہے کہ زبان اور بول چال درست ہو، کیونکہ آنکھوں سے سیکڑوں کتابیں پڑھنے کے باوجود ضروری نہیں کہ آپ کے الفاظ کا تلفظ بھی درست ہو، اور آپ کا اردو یا عربی کا اعراب بھی صحیح ہو، درست اعراب کے لئے صرف ونحو کی تعلیم کے ساتھ ساتھ درست زبان سننے کی عادت ڈالنا بھی اہم ہے۔

☆......☆......☆

علم دین مقصود بالذات نہیں اس کے لیے عمل وخشیت لازم ہے

ہماری حالت یہ ہے کہ علم حاصل کرتے ہیں پھر پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور اسی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ تحصیل خشیت کا اہتمام نہیں کرتے۔ ایسا علم جو خشیت سے خالی ہو علم ہی نہیں، صاحبو! علم کو میراث انبیاء کہا جاتا ہے تو اب دیکھ لو کہ انبیاء کی میراث کون سا علم ہے۔ کیا انبیاء کا علم بھی نعوذ باللہ ایسا ہی تھا جس میں محض مسائل و اصطلاحات کا تلفظ ہو اور خشیت کا نام نہ ہو، ہرگز نہیں، وہاں تو یہ حالت تھی کہ جتنا علم بڑھتا تھا اتنی ہی خشیت بڑھتی تھی۔ حدیث میں ہے کہ انا اعلمکم باللہ واخشاکم اللہ (ترجمہ) میں تم سب سے زیادہ خدا کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ تعلیم وتعلم کو مقصود بالذات سمجھ لینا حد سے تجاوز ہے۔۔۔ (تحفۃ العلماء)

مقالات ومضامین

الحاد کی تعریف اور قدیم وجدید الحاد

جناب طارق علی عباسی

دینی اقدار اور شعائر کی اہمیت کو پس انداز کرنے کے ہتھکنڈے اختیار کرنا، یقینی اور تسلیم شدہ بنیادوں کے مقابلہ میں اوہام وظنون کو اپنے ذہن میں پالنا اور فتنہ وفساد مچانا، خدا کی ذات، نبوت اور آخرت وغیرہ جیسے دوسرے عقائد کو نہ ماننا، خرافاتی باتوں کو علم ودانش باور کرنا اور نری سفاہت وجہالت کو عقل جانتے ہوئے سیدھی راہ یعنی "صراطِ مستقیم" سے بھٹک جانا، سمجھانے کے لیے، سیدھے سادے الفاظ میں یہ "الحاد" کہلاتا ہے۔ قدیم الحاد کی تاریخ کیا رہی ہے تو اس میں کئی ایک باتیں ملتی ہیں، مگر تاریخ کے اوراق پر ہلکی سی نظر ڈالتے ہوئے خلاصۃً دیکھا جائے تو جدید ملحدوں کے ڈانڈے، قدیم ملحدوں سے ہی ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے الحاد کوئی نیا فتنہ نہیں ہے، بلکہ یہ مختلف شکلوں اور مختلف اسباب کے زیرِ اثر موجودہ زمانہ کی طرح ماضی کے ہر دور میں بھی رہا ہے۔ باقی یہ الگ بات ہے کہ قدیم زمانہ کے الحاد کے مباحث کیا رہے؟ اور جدید الحاد کے مباحث کیا ہیں؟۔ بہرحال الحاد، کسی نہ کسی شکل موجود رہا ہے۔

جدید الحاد کو فروغ دینے کے لیے کئی تحریکیں شروع کی گئیں اور اپنے کام پورا کر چکنے کے بعد وہ فنا بھی ہوتی گئیں۔ مگر اٹھارویں صدی سے نظریہ سیکولرازم نے جدید الحاد کو جو توانائی بخشی، اس کی مثال سابقہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ گزرتی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ اسی سیکولرازم نے جدید الحاد کو کئی طرح سے راہ دی ہے۔ سیکولرازم کے معنی ومفہوم میں اگرچہ کچھ عرصہ پہلے تک تو اختلاف ہی رہا، (کہنے کو تو اب بھی اس کی تعبیریں مختلف کی جاتی ہیں) مگر موجودہ دنیا میں اب اس کے معنی اس کے ثابت شدہ نتائج سمیت متعین ہو چکے ہیں کہ "لادینیت کو فروغ دیکر سب کو اس کا نہ صرف یہ کہ اسیر بنایا جائے، بلکہ لادین بننے پر لوگوں کو مجبور بھی کیا جائے"۔ سیکولرازم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مکروہ نظریہ اپنے اہداف کے حصول میں بڑی ہی خطرناک حد تک شدت پنہاں رکھتا ہے۔ بایں وجہ جدید الحاد کو پروان چڑھانے میں اس مہیب سیکولرازم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

الغرض! فکری آزادی، محدود عقل کے بل بوتے پر لامحدود اور مافوق الفطرت سچائیوں سے انحراف، حوادثِ عالَم کی مادی توجیہات، مٹیریل ازم، وغیرہ نہ جانے کتنے اور عوامل ایسے ہیں، جو الحاد وزندقہ، دہریت اور تشکیک کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ مگر مولانا ظفر علی خان علیہ الرحمہ نے شاید ایسے ہی موقع کے لیے یہ شعر کہا ہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بے عقلی ہی جدید الحاد کی بنیاد ہے:

عقلی گھوڑے دوڑا کر، طرح طرح کی بے سروپا باتوں کے طومار میں الجھ کر اور اپنے شعور سے ہاتھ دھو کر، دوسروں کو اُلجھانے والے یہ عقل کے اندھے ملحدین، اس پر مصر ہیں کہ جو حقائق ان کی بیمار عقل سے ماوراء اور بلند ہیں، جب کہ ان کا ہونا ان کے اپنے وجود کی طرح ایک بدیہی سچائی ہے، انہیں غیر سائنسی اور خلافِ عقل وخرد مانا جائے۔ یہ تو ایسا ہی ہے، جیسے ملیریا کے بخار میں مبتلا مریض کو میٹھا بھی پھیکا ہی لگتا ہے تو کیا وہ میٹھا، واقع میں بھی پھیکا ہوتا ہے؟ تو ایسا بالکل بھی نہیں۔ ٹھیک اسی طرح ان لوگوں کی عقلوں پر جب شعور کے، فہم وفراست کے اور مثبت حدوں میں رہ کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے بعد، درست نتائج برآمد کرنے کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، تو یہ خدا بیزار لوگ، خدائے برتر کی طرف سے عطا شدہ نعمتِ عقل سے صحیح معنوں میں فائدا اٹھانے میں محروم رہتے ہیں۔ اثباتی طور پر ان کی عقل مفلوج بلکہ ناکارہ بن جاتی ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بطورِ تماشہ کے اپنی طومار طرازیوں سے اپنی ہی فطری صلاحیتوں کو مسخ کرنے میں پہل کرتے ہوئے یہ لوگ، انسانی سوسائٹی کے لیے ننگ وعار کا واضح اور عبرت ناک نمونہ بنتے بھی ہیں۔

دورِ حاضر کی تشکیکات (یعنی الحادی شکوک وشبہات)

عصرِ رواں میں جدید دنیا کے نوجوان کو یہ بات بڑی ہی سنجیدگی سے سمجھنی ہوگی کہ شوشہ چھوڑ کر حقیقتوں پر پردہ ڈالنا، آج کے دور کی ایک فریبی اور ڈھونگی نفسیات ہے، اسی نفسیاتی مکارانہ چال کو بروئے کار لا کر مسلمانوں کو ان کے اپنے دین سے جو ابدی اور بدیہی سچائی کا حامل ہونے کے ساتھ ہی قیامت تک واحد دینِ سماوی ہے، اس سے پھیرنا، ذاتِ باری تعالیٰ پر من گھڑت سوالات اٹھانا، مقدس شخصیات اور ان سے جڑی باتوں اور واقعات سے استخفاف برتنا، اسلامی عبادات سے متنفر کرنا اور قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سے منکر بنانا، وغیرہ، یہی وہ مقاصد ہیں، جن میں یہ بدبخت اور بدذہن، الحادِ جدید مصروف ہے۔ طاغوت پرست ملحدین، اپنی بھرپور کوششوں میں لگے ہوئے ہیں کہ ایک صحیح عقیدہ، صاف ذہن اور سلیم طبیعت رکھنے والے مسلمان کو کیسے اور کس طرح خدا اور دین سے بیزار بنایا جائے؟ کوئی ایسا طریقہ اور کوئی ایسی راہ وہ خالی نہیں چھوڑ رہے، جس کو اپنا کر یا جس پر چل کر وہ مسلمانوں کو اپنے عقائد واعمال سے متنفر نہ کرتے ہوں۔

عصری تعلیم گاہیں، ان کا نصاب اور جدید الحاد

عصری تعلیم اور اس کے جدید نصاب پر نظر ڈالیں تو یہ دیکھا جا رہا ہے کہ سائنسی علوم مثلاً: فزکس اور اس کی بھی دو بنیادی شاخیں "کومک" اور "کوانٹم" اور "بیالوجی" کے "ارتقائی نظریہ" (ڈارون ازم) اور "کوگنیٹو سائنسز"، جس میں "نیورولوجی"، "سائیکالوجی" اور "پیراسائیکالوجی" وغیرہ مختلف علوم آتے ہیں، کوزیرِ بحث لاکر پھر ان سے اپنے من مانے الحادی نتائج نکال کر اور مغالطّوں سے بھرپور حربوں کو استعمال کرتے ہوئے یہ ملحدین، عصری تعلیم گاہوں میں پڑھنے والوں کو گم راہ کر رہے ہیں۔ اسی مناسبت سے ہمارے سندھ کے ایک ریاضی دان اور آکسفورڈ کے نصاب میں مہارت رکھنے والے جناب عبدالوہاب سانگھی صاحب سے راقم نے جب پوچھا کہ عصری تعلیم گاہوں میں جدید الحاد کیوں پھیل رہا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا:

''ہم کئی سالوں سے جدید تعلیم گاہوں میں پڑھا رہے ہیں، اس لحاظ سے ہمارا یہ تجربہ رہا ہے کہ نئی نسل کو تربیت سے چڑ سی ہے، وہ اپنی مرضی ہی کو سب کچھ جانتی ہے، روک ٹوک کو وہ سرے سے ناپسند کرتی نظر آتی ہے، تو ایسی صورتحال میں وہ دینی تعلیم اور اخلاقی قدروں کے قریب کیسے آئے گی؟ لہٰذا ایسوں میں جدید الحاد کا فتنہ پروان چڑھنا یقینی نتیجہ ہے۔''

ہم جدید الحاد کا سدِ باب کریں، مگر کیسے؟

ایسی مہلک صورتحال میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کا جائزہ لیں کہ ہم جو تعلیم یا فن حاصل کر رہے ہیں وہ ہمیں خدا اور دین سے بیزار تو نہیں کرتا؟ اسی طرح کوئی کتاب لینے سے قبل یا پڑھتے وقت یہ دیکھیں کہ اس کا لکھنے والا ملحد تو نہیں؟ وہ نرم یا فلاسفی انداز میں باطل فکر میں تو ہمیں نہیں پھنسا رہا؟ اسی طرح سائنسی علوم کو ان کی اپنی حدود و قیود میں رکھنا ہوگا اور ان حدوں میں رہ کر ہی ان سے استفادہ کرنا ہوگا، اسی کے ساتھ سائنس کے نام پر مغالطہ دینے والے چالبازوں سے ہوشیار بھی رہنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ ہمیں اس امر پر بھی نظر رکھنا ہوگی کہ جدید ذرائعِ مواصلات مثلاً: یوٹیوب، فیس بک اور واٹسپ وغیرہ پر ہم کن چیزوں میں دلچسپی لے رہے ہیں؟ کہیں ہم جس کا لیکچر یا گفتگو سن رہے ہیں یا وڈیو دیکھ رہے ہیں، وہ تعلیم و سائنس کے نام پر، فنون لطیفہ اور شاعری کے نام پر یا پھر کسی تجزیہ یا تبصرہ کے نام پر ہمارے دینی شعائر کو نعوذ باللہ ہدف تو نہیں بنا رہا؟ اگر ایسا ہے بلکہ ایسا ہی ہو رہا ہے تو ہمیں ایسے ایمان لوٹنے والے فریبیوں سے چوکنا رہتے ہوئے بچنا ہوگا اور اس بات کو ہمیں سب سے بڑھ کر لازمی فریضہ تصور کرنا ہوگا، کیوں کہ ایمان اور خدا پر یقین و اعتقاد کا بدل کسی بھی چیز سے ممکن نہیں، نہ ہی اخروی نعمتوں کا سودا، دنیا کی جھوٹی سجاوٹ رکھنے والی شہرت اور گھٹنے اور ختم ہونے والے مال و دولت سے کر کے کامیاب ہونا ممکن ہے۔

قدرت کا یا قدرتی انعامات کا چاہے لاکھ بار بھی انکار کیا جائے، مگر وہ انکار، خود منکرین پر ایک حسرت ناک شاہد وگواہ کے طور پر پیش کیا جانا مقدر ہے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی آج بالکل نہیں جھٹلائی جاسکتی کہ دینِ اسلام دنیا بھر میں اپنی آب وتاب سے، یورپ کی ظلمتوں میں بھی اپنا نور بکھیر رہا ہے، قرآن کی حقانیت اپنی ذات میں بیدار روح رکھنے والوں کو اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ آخر کار جھوٹ سچائی کا مقابلہ کس طرح اور کب تک کرسکتا ہے؟ آنکھ بے بصارت، اگر موجودات ومشاہدات کا انکار کرے بھی تو وہ انکار خود اس کی بصارت پر ہوگا نہ کہ ثابت شدہ حقائق سے۔ کائنات کے مظاہر اور ان میں پائی جانے والی مخفی حقیقتوں سے واقف ہونے کے لیے تو ہٹ دھرمی سے محفوظ بصیرت چاہیے، جس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کوئی اپنے آپ حقیقت پسند کہلائے، اسی لیے تو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

بے بصر کو کیا خبر، ہوتا رہا ہے بار بار
تیرگی سے نور، شر سے خیر، یونہی آشکار

اس لیے بصیرت رکھنے والے عقل مندوں پر اپنی عقل کو عیار اور سرکش ہونے سے بچانا، بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جس سے غفلت برتنا عقل رکھنے والے ہوش مندوں کا کام ہرگز بھی نہیں اور ہوش مندوں میں بھی خصوصاً وہ ہوش مند، جو کلمہ گو ہیں۔

دعائیہ نصیحت

آخر میں سندھ کے قابلِ قدر شاعر وادیب شیخ ایاز مرحوم کی ایک نثری دعا پر مضمون ختم کیا جاتا ہے، جو ان کی سندھی کتاب اُٹھی اور اللہ سیں (اٹھو کہو اللہ سے) میں درج ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یارب! میں ہر ملحد کو کہتا ہوں کہ گھبراؤ نہیں، توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے اور وہ تیری آخری سانس تک تجھ پر بند نہ ہوگا۔ واپس پلٹ آ، اسی سے سر جھکا کر اندر آ اور وہ شمع دیکھ، جو تجھ میں جل رہی ہے۔''

☆......☆......☆

غزہ جنگ نے اسرائیلی معیشت کی کمر توڑ دی

جناب محمد وقاص

اسرائیل کی غزہ پر جنگ کے معاشی اثرات سامنے آنا شروع ہوگئے ہیں اوراسرائیل کواس کی بھاری قیمت چکانا پڑ رہی ہیاسرائیل کے مرکزی بینک نے ابتدائی اندازوں کے حوالے سے کہا کہ جنگ کے سبب اسرائیلی معیشت کو یومیہ 26 کروڑ ڈالرز کا نقصان ہورہا ہے اوراس جنگ کی وجہ سے معیشت کو 50 ارب ڈالرز کا نقصان ہوسکتا ہے۔ماہرین سوال کررہے ہیں کہ کیا اسرائیل کی معیشت میں اتنا دم ہے کہ وہ اکیلے اس جنگ کے اخراجات کو برداشت کرسکے؟ کیونکہ اسرائیلی وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہواور وزیرخزانہ بیزالیل سماٹریش پرعوامی دباؤ بڑھ رہا ہے کہ وہ اسرائیل کے بجٹ پرنظر ثانی کریں۔

اسرائیل کی معیشت کو بڑا دھچکا:

جنگ کے باعث اسرائیل کی کرنسی شیکل 2012 کے بعدکم ترین سطح پر آچکی ہے۔ بینک آف اسرائیل کے مطابق جنگ کے باعث اسرائیل کی کرنسی شیکل اپنی قدرکھورہی ہے۔امریکی نشریاتی ادارے بلوم برگ کا کہنا ہے کہ جنگ شروع ہونے کے بعدامریکی ڈالر کے مقابلے میں اسرائیلی کرنسی شیکل کی قدر میں 0.7 فیصد کمی ہوئی ہے۔ اسرائیل کے بانڈزاورسٹاکس میں بھی کمی ریکارڈ کی گئی ہے جبکہ سرمایہ کاروں کوخدشہ ہے کہ غزہ پر جاری جنگ علاقائی تنازعے کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔اسرائیل کی وزارت افرادی قوت کا کہنا ہے کہ غزہ پر جنگ کی وجہ سے ورک فورس میں 20 فیصد کمی ریکارڈ کی گئی ہے، جنگ کے باعث اسرائیل کی درآمدات اور برآمدات متاثر ہوسکتی ہیں۔

اسرائیل کے جنگی بجٹ میں اضافہ:

نیتن یاہو کی اتحادی حکومت کورواں مالی سال کے بجٹ پرشدید مشکلات کا سامنا ہے۔اسرائیل کی وزارت خزانہ نے بجٹ پرنظر ثانی کی ترامیم پیش کی ہیں جنہیں وزیر اعظم نیتن یاہو نے منظور کرلیا ہے۔ترامیم کے تحت اسرائیل کے جنگی بجٹ میں اضافہ کیا جارہا ہے اور وزارتوں کے بجٹ میں کٹوتی کی جائے گی اوراتحادی فنڈ بھی کم کیا جائے گا۔ بائیں بازو کی جماعتوں کی طرف سے فنڈز میں کٹوتی کے فیصلے پروزیر اعظم نیتن یاہو پرتنقید کی جارہی ہے۔

اقتصادی امور کے تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ اسرائیل اپنے دفاع پر بھاری اخراجات کررہا ہےاور بظاہر یوں لگتا

ہے کہ آئندہ بجٹ میں بھی دفاعی اخراجات کو ترجیح دی جائے گی اور کئی دہائیوں کے بعد اسرائیل اپنے دفاعی اخراجات کے لیے بھاری بجٹ مختص کرے گا۔اسرائیل کے بااثر ماہرین اقتصادیات نے حکومت کو لکھے گئے ایک خط میں خبردار کیا کہ حکومت اپنے بجٹ پرنظر ثانی کرے اور اس میں دفاع کو ترجیح دی جائے۔300 معاشی ماہرین نے رواں ہفتے نیتن یاہو کو کہا کہ وہ تمام غیر ضروری اخراجات میں کمی کریں، اخراجات پر نظر ثانی کریں کیونکہ جنگ کے بعد امداد اور بحالی کے لیے اربوں ڈالرز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اسرائیل کی معیشت:

اسرائیل کی معیشت کا حجم 530 ارب ڈالرز سے زائد ہے اور فی کس آمدن 58 ہزار 273 ڈالرز ہے۔مرکزی بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر 200 ارب ڈالرز ہیں جو ایک سال کے درآمدی بل کے برابر ہے۔اسرائیلی معیشت میں خدمات کے شعبے کا حصہ 80 فیصد اور صنعتی شعبے کا شیئر 17 فیصد سے زائد ہے۔غزہ پر جنگ کی وجہ سے اسرائیل کے زرمبادلہ کے ذخائر میں سات ارب ڈالرز کی کمی ہوئی ہے اور اب یہ 191.2 ارب ڈالرز تک پہنچ چکے ہیں۔

تجزیہ کاروں کی رائے:

ماہر معاشی امور شفقت اللہ کا کہنا ہے کہ ’اسرائیل کی معیشت کو امریکہ اور یورپ کے ساتھ ملا کر دیکھیں۔ ہاں اگر اسرائیل اکیلے یہ جنگ لڑ رہا ہوتا تو شاید اب تک اس کی معیشت تباہ ہو چکی ہوتی‘۔عالمی ریٹنگ ایجنسی سٹینڈرڈ اینڈ پوور (ایس اینڈ پی) نے حالیہ جنگ کی وجہ سے اسرائیلی معیشت میں پانچ فیصد کمی کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ریٹنگ ایجنسی نے آئندہ مہینوں میں اسرائیلی معیشت میں سست روی کا بھی امکان ظاہر کیا ہے۔کاروباری سرگرمیوں میں کمی ہو رہی ہے، صارفین اشیا کی خریداری کم کر رہے ہیں جس سے ڈیمانڈ میں کمی ہو رہی ہے اور سرمایہ کاری کے ماحول پر غیر یقینی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔اسرائیل کا بجٹ خسارہ اکتوبر میں ملک کی مجموعی پیداوار ’جی ڈی پی‘ کا 2.6 فیصد تک پہنچ چکا ہے جو کہ ستمبر میں 1.5 فیصد تھا۔

خیال رہے کہ اسرائیل نے 2022 میں 35 سال بعد جی ڈی پی کا 0.6 فیصد بجٹ سرپلس دیا تھا۔جنگی اخراجات کے باعث اسرائیل کا بجٹ خسارہ 2024 میں 3.5 فیصد تک پہنچ سکتا ہے۔گذشتہ سال 2022 میں اسرائیل کی معاشی شرح نمو ’جی ڈی پی‘ کا 6.5 فیصد تھی۔ایس اینڈ پی کے مطابق رواں سال اسرائیل کی جی ڈی پی 1.5 فیصد تک رہے گی جب کہ اگلے سال 2024 میں جی ڈی پی 5 فیصد تک پہنچ سکتی ہے۔اسرائیل کے مرکزی بینک کے مطابق 2023 میں اسرائیل کی معاشی شرح نمو 2.3 فیصد تک رہ سکتی ہے جب کہ اگلے سال 2024 میں

معاشی شرح نمو 2.8 فیصد تک پہنچ سکتی ہے۔اس جنگ کی وجہ سے اسرائیل کے اسلحے کی برآمدات بری طرح متاثر ہوسکتی ہیں۔اسرائیلی اسلحے کی برآمدات مجموعی برآمدات کا پانچ فیصد ہیں جبکہ طویل جنگ کی وجہ سے اسرائیل کی سیاحت بھی متاثر ہوسکتی ہے کیوں کہ جنگ کے بعد بڑی فضائی کمپنیوں کی اسرائیل کے لیے پروازیں بھی متاثر ہوئی ہیں۔جنگ کی وجہ سے اسرائیل کا قرض بلحاظ جی ڈی پی 60 فیصد تک پہنچ چکا ہے جو اگلے سال تک 55 فیصد تک رہنے کا اندازہ تھا۔ماہر معیشت شاہد محمود نے کہا کہ جنگ کے باعث اسرائیل کے اسلحے کی فروخت، دفاعی برآمدات اور ہائی ٹیک شعبوں میں سرمایہ کاری متاثر ہوسکتی ہے۔

جنگ کا خرچ کون دے رہا ہے:

مرکزی بینک نے اسرائیل کو جنگ کے لیے 45 ارب ڈالرز فراہم کرنے کی منظوری دے دی ہے۔امریکی کانگریس نے اسرائیل کو 14 ارب ڈالرز سے زائد کے امدادی پیکیج کی منظوری دی ہے۔امریکی کانگریس ریسرچ سروس کی رپورٹ کے مطابق رواں سال کے لیے اسرائیل کو فوج کے لیے 3.3 ارب ڈالرز مختص کیے ہیں۔ماہر معاشی امور شفت اللہ کا کہنا ہے کہ اسرائیل کو جنگ میں جتنا مالی نقصان ہوتا ہے وہ امریکہ اور یورپ اس کی مدد کرتے ہیں’1948 سے آج تک لڑی جانیوالی تمام جنگیں اسرائیل نے امریکہ اور یورپ کے ساتھ مل کر لڑی ہیں، اسرائیل نے آج تک کوئی جنگ اکیلے نہیں لڑی، اسرائیل کی وار مشینری میں بھی اتنی طاقت نہیں کہ وہ اکیلے یہ جنگ لڑ سکے‘۔

اسرائیل کی فوجی طاقت:

انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار سٹریٹیجک سٹڈیز کی ایک رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فوج میں ایک لاکھ 69 ہزار 500 اہلکار موجود ہیں جب کہ چار لاکھ 65 ہزار افراد ریزرو فوج کا حصہ ہیں۔اسرائیل کی بری فوج کے پاس 2200 ٹینکس اور 530 آرٹلریز ہیں۔اسرائیل کے پاس جدید ترین موبائل ایئر ڈیفنس موجود ہے، جو چھوٹی رینج کے راکٹس کو پکڑنے اور تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اسرائیلی کی فضائیہ کے پاس 339 جنگی لڑاکا طیارے ہیں جن میں 196 ایف 16، 83 ایف 15 اور 30 ایف 35 لڑاکا طیارے بھی موجود ہیں۔اسرائیل کے پاس پانچ جدید ترین سب میرینز بھی ہیں۔سٹاک ہوم انٹرنیشنل پیس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے دفاع کی مد میں 2023 میں 23.4 ارب ڈالرز خرچ کیے۔انڈیا اسرائیلی اسلحے کا سب سے بڑا خریدار ہے۔گذشتہ چار برسوں میں انڈیا نے اسرائیل سے ایک ارب 19 کروڑ ڈالرز کا اسلحہ خریدا۔انڈیا کے بعد آذربائیجان، فلپائن اور امریکہ اسرائیلی اسلحے کے بڑے خریدار ہیں۔(بشکریہ: انڈیپنڈنٹ اردو)

مسجد اقصیٰ تعارف اور جغرافیائی حدود

مولوی احسان اللہ سکھروی

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول، اسراء ومعراج کی سرزمین، منشر ومحشر، انبیاء اور طائفہ منصورہ کا مرکز، ارضِ رباط وجہاد اور کرہ ارض پر تیسرا مقدس ترین مقام ہے، اسے روئے زمین کی دوسری مسجد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

اقصی کے معنی "دورترین" کے ہیں، نام رکھنے میں مسجد حرام اور مسجد نبوی سے مسافت کی دوری کو موردِ توجہ قرار دیا گیا ہے۔

یہ جس تاریخی شہر میں واقع ہے اس کو "القدس" کے نام سے جانا جاتا ہے، مسجد اقصیٰ قدیم شہر کے جنوب مشرق میں ایک نہایت وسیع رقبے پر مشتمل احاطہ ہے، یہ پورا احاطہ شہر کے جس حصے میں واقع ہے وہ ایک ٹیلہ نما جگہ ہے، جس کا تاریخی نام "موریا" ہے، اس کا کل رقبہ 144000 مربع میٹر ہے، پیائشیں یوں ہیں: جنوب کی طرف 281 میٹر، شمال کی طرف 310 میٹر، مشرق کی طرف 462 میٹر اور مغرب کی جانب 491 میٹر۔

مسجد کا احاطہ متعدد عمارتوں سے مل کر تشکیل پاتا ہے اس میں موجود تاریخی آثار ونشانات اور نقوش ومقدسات کی تعداد 200 تک پہنچتی ہے، ہم کچھ اہم گوشوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

مساجد ومصلّے:

مسجد اقصیٰ سات ذیلی مساجد اور مصلوں پر مشتمل ہے، جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

1-الجامع القبلی / المسجد القبلی: یہ مسجدِ قبۃ الصخرۃ کے جنوب میں، قبلہ کی جانب مسقّف مسجد ہے، اس کی لمبائی 80 میٹر اور چوڑائی 55 میٹر ہے، اس پر سرمئی رنگ کا ایک گنبد ہے، یہ جامع قبلی ہی پورے احاطہ مسجد کے اندر اصل جائے نماز ہے۔

اس مسجد کو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے 15 ہجری میں فتح اسلامی کے موقع پر بنوایا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تجدید وتوسیع کی، جب صلیبیوں نے قدس پر قبضہ کیا، تو اس مسجد کو 3 حصوں میں تقسیم کر دیا: ایک حصے کو دفاتر کے لیے خاص کیا، دوسرے کو سپاہیوں کی قیام گاہ بنایا اور تیسرے حصے کو کنیسا (چرچ) بنالیا۔

صلاح الدین ایوبی نے فتح بیت المقدس کے بعد 538ھ/ 1187ء میں اس مسجد میں ترمیم کی، پھر دور عثمانی

میں برابر ترمیمات ہوتی رہیں، موجودہ زمانے میں یہ مسجد یہودیوں کے ذریعہ بے حرمتی اور نقصانات کا سامنا کر رہی ہے۔

نوٹ: بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد اقصی صرف یہی مسجدِ جامع ہے یہ غلط ہے، مسجد اقصی پورے ایریا کا نام ہے، یوں اقصی میں نماز پڑھنے کی جو فضیلت حدیث میں مصرح ہے، وہ اس پورے حصے میں کہیں بھی نماز پڑھ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔

2-مسجد صخرہ: یہ 8 کونوں پر مشتمل ہے، اس کے 4 دروازے ہیں، اس کے اندرونی حصے میں ایک اور ہشت پہلو عمارت ہے، درمیان میں ایک دائرہ ہے، جس کے بیچ میں وہ تاریخی چٹان (صخرہ) ہے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج پر لے جایا گیا تھا۔

یہ شہر قدس کی ممتاز ترین مسجد اور فن معماری میں دنیا کی خوبصورت ترین عمارت ہے، اس کا سنہرا گنبد اسلامی فنِّ معماری کا شاہ کار ہے، اسے عبدالملک بن مروان نے 685 اور 691 کے درمیان تابعی جلیل رجاء بن حیوہ کندی اور یزید بن سلام کی نگرانی میں تعمیر کرایا تھا۔

نوٹ: اس کے متعلق کئی بے بنیاد باتیں مشہور ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی فضیلت مسجد اقصیٰ کے اندر واقع ہونے کی وجہ سے ہے اور شب معراج میں یہیں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں کی طرف صعود ہوا تھا۔

3-مصلی مروانی: یہ مسجد اقصیٰ کے زیریں حصہ جنوب مشرق میں واقع امویوں کی تعمیر کردہ 16 ہالوں پر مشتمل جائے نماز ہے، اس کا رقبہ 4000 مربع میٹر ہے۔

4-مصلی اقصی قدیم: یہ مسجد قبلی سے متصل نیچے جنوبی جانب 2 دروں پر مشتمل امویوں کی تعمیر کردہ عمارت ہے مسجد قبلی سے ایک زینہ یہاں پہنچنے کے لیے بنایا گیا ہے، یہ مسجد سالوں سے بند پڑی ہے۔

5-مسجد البراق: یہ حائط البراق (دیوار گریہ) کے پاس جنوب مغرب میں واقع ہے، یہود اس جگہ کو ہیکل سلیمانی کا ایک جز مانتے ہیں۔

6-مسجد مغاربہ: یہ جنوب مغربی کونے میں (حائط البراق کے جنوب میں) واقع ہے، آج کل اس کا استعمال اسلامی میوزیم کے طور پر ہوتا ہے۔

7-جامع النساء: یہ ایک وسیع عمارت ہے، جو مسجد قبلی کی سطح سے کچھ بلندی پر واقع ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر صلیبی دور میں بطور چرچ ہوئی تھی، جس کو بعد میں صلاح الدین ایوبی نے عورتوں کے نماز پڑھنے کے لیے خاص کر دیا، اب یہ تین حصوں میں منقسم ہے:

1-مغربی حصہ اسلامی میوزیم کے تابع ہے۔

2-درمیانی حصہ میں الاقصیٰ مرکزی مکتبہ ہے۔

3-مشرقی حصہ مسجد قبلی کے تابع ہے جس کو اسٹور کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

دروازے: مسجد اقصی کے 15 دروازے ہیں جن میں سے شمالی اور مغربی سمتوں میں 10 دروازے کھلے ہوئے ہیں، جب کہ دوسرے 5 دروازے کافی عرصے سے مختلف اسباب کی بنا پر بند ہیں، یہ تمام دروازے بلند اور وسیع عمارتوں پر مشتمل ہیں، جن کے اوپر بہت سے دفاتر اور رہائش گاہیں ہیں۔

کھلے دروازے: 1-باب المغاربہ 2-باب الاسباط 3-باب السلسلہ 4-باب المتوضأ 5-باب القطانیین 6-باب الحدید 7-باب الناظر 8-باب الغوانم 9-باب فیصل 10-باب حطہ۔

بند دروازے: 1-باب الجنائز 2-الباب الذہبی 3-الباب المزدوج 4-الباب الثلاثی 5-الباب المفرد۔

اقصی کے مینار: مسجد اقصی کے احاطے میں 4 مینار ہیں، 3 مغرب میں اور 1 شمالی سمت میں باب الاسباط کے قریب: 1-مینار باب المغاربہ 2-مینار باب السلسلہ 3-مینار باب الغوانم 4-مینار باب الاسباط۔

قبے: مسجد کے احاطے میں متعدد قبے واقع ہیں، اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں:

1-قبہ النبی 2-قبہ سلیمان 3-قبہ موسیٰ 4-قبہ السلسلہ 5-قبہ المعراج 6-القبہ النحویہ 7-قبہ یوسف 8-قبہ الشیخ الخلیلی 9-قبہ الخضر 10-قبہ یوسف آغا۔

(دیکھیے: (۱) دائرۃ المعارف، الانس الجمیل بتاریخ القدس والخلیل ل "ابی الیمن مجیر الدین الحنبلی۔ (۲) تاریخ المسجد الاقصی "محمد ہاشم موسی غوشہ"۔ (۳) المسجد الاقصی الحقیقہ والتاریخ "الدکتور عیسی القدومی"۔ (۴) فلسطین فی انتظار صلاح الدین'' مولانا نور عالم خلیل الأمینی۔ (۵) سفر نامہ بیت المقدس، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔ (۶) ماہ نامہ شاہراہِ علم خصوصی شمارہ جمادی الاولی 1439۔ (۷) بیت المقدس اور فلسطین عنایت اللہ وانی ندوی۔ (۸) بیت المقدس اور فلسطین وشام حافظ محمد اسحاق زاہد)

☆......☆......☆

صوبہ بلوچستان میں وفاق المدارس العربیہ کے پرچہ جات کی جانچ پڑتال

حضرۃ مولانا عبدالرزاق
رکن امتحانی کمیٹی وفاق المدارس

رجب المرجب ۱۴۴۵ھ میں سالانہ امتحانات ملک میں عام انتخابات کی وجہ سے ایک ہفتہ قبل منعقد ہوئے، درمیان میں کچھ دن انتخابات کی وجہ سے تعطل رہا، اور پھر ۱۲ فروری ۲۰۲۴ء مطابق یکم شعبان ۱۴۴۵ھ سے ملک کے چاروں صوبوں میں امتحانی پرچوں کے جانچنے کا کٹھن عمل شروع ہوا- ہماری تشکیل وفاق المدارس کی طرف سے صوبہ بلوچستان میں کی گئی، اگرچہ وہاں کے موسم کی شدت اور سردی کی وجہ سے ابتدائی طور پر میں نے معذرت کی؛ لیکن قبول نہ ہوئی اور بلوچستان حاضر ہونا پڑا۔

وفاق المدارس العربیہ کے نظم امتحان سے بندہ کا تعلق ۱۹۸۶ء سے رہا ہے، پہلے بندہ نگرانی کے لیے پشاور، ہزارہ، راولپنڈی اور اٹک اپنے اساتذہ کی معیت میں جایا کرتا تھا۔ پھر امتحانی پرچہ جات کی جانچ پڑتال سے طویل عرصہ وابستہ رہا، ابتدائی دور میں مفتی محمد انور شاہ صاحب زیدہ مجدہ ناظم امتحانات تھے اور پوری دلجمعی اور بیداری کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھاتے تھے، ان کے بعد مولانا عبدالحی صاحب بھی ایک سال رہے، جبکہ اس کے بعد مولانا شیر محمد صاحبؒ اس کے ناظم رہے. ان کے بعد مولانا عبدالمجید صاحب اس وقت سے لے کر تا ایں دم ناظم دفتر ہیں۔

رئیس المحد ثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ نے وفاق کے کام کو خوب پھیلایا۔ حضرت کے دور میں مدارس کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ تدریجاً امتحانات بڑھائے اور ہر مرحلے کے دوسرے سال امتحان رکھا، جس سے طلبہ میں بھی اضافہ ہوا اور وفاق کی ذمہ داری بھی بڑھ گئی۔ ان دیرینہ خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے میرے لیے بلوچستان جانے کا فیصلہ ہوا، لیکن میں حقیقی طور پر موسم کی شدت اور اپنے ضعف وکمزوری اور ذمہ داری کو صحیح طریقے سے سرانجام نہ دے سکنے کی وجہ سے معذرت کرتا رہا، جبکہ یہ بات امتحانی کمیٹی کی میٹنگ میں طے ہوئی۔ جامعہ فاروقیہ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب مدظلہ کی اجازت بھی اس میں شامل تھی، حضرت مولانا امداداللہ صاحب مدظلہ (ناظم وفاق المدارس صوبہ سندھ) اور مولانا راحت علی ہاشمی صاحب مدظلہ (رکن امتحانی کمیٹی) اس کے محرک تھے، ان حضرات کے اور مفتی سید عبدالرحیم حسینی صاحب (رکن امتحانی کمیٹی وفاق

اور ناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم چمن) کے شدید اصرار پر مجھے خاموش ہونا اور اس فیصلہ کو قبول کرنا پڑا۔

کراچی کے حضرات نے مجھے یہ پیشکش بھی کی کہ آپ اپنے ساتھ کسی کو معاون کے طور پر بھی لے جائیں، میں نے مولانا نور المتین صاحب استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی اور رکن نصاب کمیٹی وفاق المدارس کو اپنے ساتھ لیا اور ہم دونوں ۱۱رفروری ۲۰۲۴ء کو صبح سات بجے کی فلائٹ سے کوئٹہ کے لیے روانہ ہو گئے، سوا آٹھ بجے کوئٹہ انٹرنیشنل ائر پورٹ پہنچے تو مفتی سید عبدالرحیم حسینی صاحب ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے، انہوں نے ہمیں سیدھا جامعہ امدادیہ کوئٹہ پہنچایا، یہاں حضرت مولانا عبدالمنان صاحب رکن مجلس عاملہ اور حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب (مسئول وفاق المدارس العربیہ کوئٹہ) بھی موجود تھے، یہاں پہنچ کر انتظامات کا جائزہ لیا ممتحنین حضرات کا انتظار تھا، بعض حضرات تو پہنچ گئے تھے ۱۲رفروری کو صبح نو بجے کام شروع ہونا تھا لیکن عام انتخابات میں دھاندلی کے خلاف کوئٹہ میں ہر طرف ہڑتالیں ؛ دھرنے اور ٹریفک کے تعطل کا سلسلہ جاری تھا ممتحنین حضرات کو جامعہ امدادیہ کوئٹہ پہنچنے میں کافی رکاوٹیں اور مشکلات تھیں، بعض ممتحنین تو راستے میں رُکے ہوئے تھے، اور پریشان تھے اپنی پریشانی کے متعلق مرکز سے رابطے میں تھے، جتنے ممتحنین حضرات ۱۲رفروری ۲۰۲۴ کو پہنچ گئے تھے تو ہم نے پہلے ممتحنین اعلیٰ کا اجلاس طلب کیا، ان کو ہدایات دیں اور ان کو پابند کیا کہ اپنے ممتحنین کی حاضری لیں اور جتنے غیر حاضر ہیں ان سے رابطہ کریں، جو معذرت کر رہے ہیں ان کی اطلاع دیں، چنانچہ تمام ممتحنین اعلیٰ حضرات نے اپنے اپنے ممتحنین کی حاضری لی، غیر حاضر حضرات سے رابطے کیئے اور ظہر کے بعد پوری تفصیل پہنچادی کہ کون کب پہنچے گا، جو موجود تھے ان سے کام شروع کرادیا۔

صوبہ بلوچستان میں (۱۷) کتب کے پرچے متعین کیے گئے تھے، آٹھ درجات کے الورقۃ الاولی، چار چار درجات کے الورقۃ الثانیۃ اور الثالثۃ، ایک درجہ کا الورقۃ الرابعہ۔اس کے لیے (۱۵) ممتحنین اعلی (۱۳۴) ممتحنین بنین، (۲۴۴) ممتحنین بنات کے تھے، ان سب کی کل تعداد (۳۷۸) بنتی ہے۔دوسرے دن ہی جملہ ممتحنین پہنچ گئے اور انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔عصر کی نماز کے بعد ممتحنین اعلیٰ کے ساتھ ممتحنین کو ہدایات دیں اور بتایا کہ پورے شوق وذوق اور لگن کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کریں، اس طرح ہمارا کام وقت مقررہ پر شروع ہوا......الحمد اللہ علی ذلک!۔

جملہ ممتحنین اعلیٰ کے ساتھ صبح دس بجے روزانہ اجلاس ہوتا ہے۔اس صوبے کے پرچوں کی جانچ پڑتال کی ذمہ داری احقر کے علاوہ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب (رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان) مفتی سید عبدالرحیم حسینی صاحب (رکن امتحان کمیٹی وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب (رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان) کو مفوض تھیں، اتفاق سے حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے

چچا کا انتقال انہی دنوں میں ہوا تھا ان کے پاس تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، نیز ان کے والد محترم کی طبیعت بھی ناساز تھی، چناں چہ اس وقت وہ حاضر تو ہوئے تھے لیکن ان حادثات کی وجہ سے ہم ان سے زیادہ مستفید و مستفیض نہ ہوسکے، اس کا تذکرہ میں نے ناظم اعلیٰ صاحب سے بھی کردیا تھا، چنانچہ ہم تینوں ذمہ دار حضرات ہالوں کا چکر لگاتے ہیں، پرچے چیک کرتے ہیں، افراط وتفریط اور غلطی کرنے والوں کو تنبیہ بھی کرتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر کسی ممتحن نے اپنی کوتاہی دور نہ کی تو ہم ان سے معذرت کرنے پر مجبور ہوں گے، اس لیے کہ ہمارے سامنے اصل معاملہ طلبہ اور طالبات کا ہے، اس سلسلے میں ہم کسی کی کمی کوتاہی کو قطعاً برداشت نہیں کریں گے، چنانچہ آج آٹھواں دن ہے اور دو ممتحنین ہم نے انتہائی خوش اخلاقی سے رخصت کردیے، اس لیے کہ ان کے نمبرات لگانے میں کافی بے اعتدالی تھی، تنبیہ کرنے کے باوجود ان پر اثر نہیں ہوا، تو ہم نے خاموشی سے انہیں کہا کہ اپنے گھر کی مجبوری کے حوالے سے درخواست لکھ دیں، ہم تمھاری درخواست قبول کرکے تمہیں رخصت کردیں گے تمہاری عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوگی اور کسی کو یہ پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ان کا کام غیر معیاری ہے، ان میں سے ایک ممتحن کی ہم نے پہلے کتاب تبدیل کردی، چاہا کہ ہوسکتا ہے ایک ممتحن اعلیٰ کے ساتھ نہیں چل سکتا شاید دوسرے کے ساتھ چل جائے لیکن جب دوسرے ممتحن اعلیٰ نے بھی ان کی شکایت کے انبار لگادیے تو پھر ہم مجبور تھے اور ان کو رخصت کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔

پورے نظم کا روزانہ جائزہ لینا اور ہالوں کا معائنہ کرنا، جس کی جمع میں غلطیاں ہوں ان کو تنبیہ کرنا، ممتحن اعلیٰ کو ہدایات دینا کہ ان حضرات پر آپ کی مکمل توجہ ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ پرچے ختم ہوجائیں اور ان کی کوتاہیاں ختم نہ ہوں، حتی المقدور کوشش کریں کہ ناانصافی نہ ہو۔ طبیعتوں کے تفاوت کا اثر بہرحال نمبرات پر نظر آتا ہے جو غیر اختیاری امر ہے۔ پرچوں کی چیکنگ کے دوران ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم اپنے صاحبزادے مولانا احمد جالندھری صاحب اور ناظم دفتر مولانا عبدالمجید صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ معائنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ ان سے رابطہ کیا پروگرام معلوم کیا، تین بجے کے قریب یہ حضرات کوئٹہ ائرپورٹ پہنچے جن کا استقبال ہم تینوں نے کیا، صوبائی ناظم بلوچستان کے بھائی اور ان کے دیگر متعلقین نے گاڑیوں اور سیکورٹی کا انتظام کیا، تقریباً چار بجے یہ حضرات جملہ ممتحنین اعلیٰ کے کمروں میں گئے، ان سے ملاقات کی، ان کے کام کو چیک کیا، معاونین سے پوچھا کہ آپ لوگ کیسے کام کرتے ہو؟ انہوں نے اپنے کام کی تفصیل بتائی، خوش ہوئے انہیں شاباش دی، اس کے بعد ممتحنین اعلیٰ کے ساتھ میٹنگ کی، ہر ایک سے ان کی کارکردگی معلوم کی، اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔ نماز عصر کے بعد جملہ ممتحنین سے خطاب فرمایا اور ان کو بتایا: ''وفاق المدارس نے آپ

کو ایک بہت بڑی اور اہم ذمہ داری سونپی ہے، بچوں کا مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے، کسی سے ناانصافی نہ ہو، ہر ایک کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ حضرات بڑی مشکل سے یہاں پہنچے ہیں، وفاق المدارس آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اس کا بہترین صلہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کو عطا فرمائیں۔''

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان ہڑتالوں اور دھرنوں کی وجہ سے جوابی کاپیوں سے لدا ٹرک پھنسا ہوا تھا، مولانا عبدالمنان صاحب نے وہاں کے ذمہ داران سے بات کی اور ان کی کوششوں سے ٹرک کو باہر نکالا اور وقت مقررہ پر جامعہ امدادیہ کوئٹہ پہنچایا، اس پر حضرت ناظم اعلی دامت برکاتہم نے شکریہ ادا کیا، نیز جامعہ امدادیہ کی انتظامیہ کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا جنہوں نے وفاق کی مینو سے زائد اپنی طرف سے ممتحنین کی ضیافت اور اکرام کا انتظام کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبدالمنان صاحب اور مولانا مفتی سید عبدالرحیم حسینی (ناظم تعلیمات دارالعلوم چمن) صاحب نے مدارس کو گورنمنٹ کی طرف سے درپیش پریشانیوں کا اور اس سلسلہ میں اپنی اپنی کاوشوں کا ذکر کیا، حضرت ناظم اعلیٰ دامت برکاتہم نے اس سلسلہ میں بھی یقین دہانی کرائی کہ حکام بالا سے بات کی جائے گی اور اس کا سدباب کیا جائے گا، اس کے بعد حضرت ناظم اعلیٰ دامت برکاتہم نے وفاق المدارس کے سرپرست حضرت مولانا عبدالستار شاہ صاحب اور جمعیت علماء اسلام کے رہنما حافظ حسین احمد صاحب کی تیمارداری کی خواہش ظاہر کی، رابطہ کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت حافظ حسین احمد صاحب گھر پر نہیں ہیں علاج کے سلسلہ میں کسی ہسپتال تشریف لے گئے ہیں، جبکہ سرپرست اعلی حضرت مولانا عبدالستار شاہ صاحب کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے، ان سے ملاقات ہوئی، ان کی صحت کاملہ، عاجلہ، نافعہ اور مستمرہ کے لیے دعا کی اور وہیں مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنی آئندہ منزل کے لیے روانہ ہوگئے۔ جہاں رات رہ کر صبح سویرے پشاور کے لیے روانہ ہوگئے۔

حضرت ناظم اعلی دامت برکاتہم نے بتایا تھا کہ ممکن ہے کہ حضرت صدرالوفاق صاحب دامت برکاتہم تشریف لے آئیں لیکن دوسرے تیسرے دن پتہ چلا کہ ان کا ارادہ تھا؛ لیکن ناسازئ طبع کی وجہ سے شاید ان کی تشریف آوری مشکل ہو، تو مولانا مفتی سید عبدالرحیم حسینی نے ان کے سیکرٹری کو تجویز دی کہ حضرت صدرالوفاق صاحب دامت برکاتہم اپنی سہولت کے ساتھ صوتی پیغام بھیج دیں ہم اپنی سہولت سے سب ممتحنین کو سنوا دیں گے، چنانچہ بروز پیر بتاریخ ۱۹ فروری ۲۰۲۴ء کو حضرت صدرالوفاق صاحب دامت برکاتہم کا صوتی پیغام جملہ ممتحنین کو عصر کی نماز کے بعد سنایا گیا۔ بعض حضرات نے اس پیغام کو محفوظ بھی کیا۔ انہوں نے بھی حضرات ممتحنین کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالی آپ حضرات کو صحیح صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور یہ احساس دلایا کہ آپ ایک اہم فریضے کی انجام دہی

میں مشغول ہیں، میں خود آکر آپ سے ملنا چاہتا تھا لیکن طبیعت اجازت نہیں دے رہی ہے اور پورے پاکستان میں جاری اس عمل کے بارے مجھے روزانہ اس کی رپورٹ ملتی رہتی ہے، اور ان ممتحنین کو خوب دعائیں دیں اور بار بار تاکید فرمائی کہ خوب احتیاط سے کام لیں تاکسی کا استحقاق متاثر نہ ہو۔ تقریباً پندرہ منٹ پر مشتمل یہ بیان ممتحنین نے خوب شوق سے سنا اور حضرت صدر صاحب مدظلہم کی درازی عمر کے لیے دعا دی۔

حضرت مولانا صلاح الدین ایوبی صاحب جو کہ وفاق المدارس صوبہ بلوچستان کے ناظم ہیں، ان کی مصروفیات کی وجہ سے ان کے کام مولانا مفتی سید عبدالرحیم حسینی (ناظم تعلیمات دارالعلوم چمن) نمٹارہے ہیں، ان کو رپورٹ دے دیتے ہیں، موصوف دوسرے دن صبح سویرے تشریف لائے تھے، جانچ پڑتال کے ہالوں کا تفصیلی دورہ کیا، ممتحنین حضرات سے حال احوال کیے، ان کو شوق، محنت اور لگن سے کام کرنے کی ترغیب دی۔ پورے کام پر اطمینان کا اظہار کیا اور رخصت ہوئے۔

آخری ایام میں اجلاس میں بار بار ممتحنین کو بتایا جاتا ہے کہ رفتار اور معیار دونوں آخر تک ملحوظ رکھے جائیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو، جو ممتحن اصول وضوابط کو پس پشت ڈال کر وقت گزاری کرتے ہیں ان سے واشگاف الفاظ میں معذرت کی جائے نیز جن کے پرچے ختم ہورہے ہیں معذورین کے علاوہ دیگر ممتحنین کو فارغ نہ کیا جائے جب تک کہ معاونین کی طرف سے سگنل نہ ملے کہ ان کی جمع میں کوئی غلطی نہیں، تب ان کے فارم پر آخری دستخط کیا جائے یا جو ممتحن کام کرے اور کسی اور پرچہ میں کام زیادہ باقی ہو تو ان کو مدد کرنے کی ترغیب دی جائے اور ان کو لگا دیا جائے تاکہ وقت مقررہ سے کام آگے نہ بڑھے۔

نیز ہم تینوں نے درجات تقسیم کیے تھے، درجہ عالمیہ سال دوم بنین و بنات اور درجہ عالمیہ سال اول بنات کے ممتحنین کے پرچہ جات میرے پاس آتے تھے اور بقیہ درجات بنات کے پرچے مولانا عبدالمنان صاحب اور بنین کے پرچہ جات مفتی عبدالرحیم حسینی صاحب کے پاس آتے تھے۔ بغیر تعیین وقت کے پرچے منگوائے جاتے ان کو چیک کیے جاتے اور پھر واپس کیے جاتے۔

آخری دنوں کے اجلاسات میں ممتحنین اعلیٰ سے یہ بھی معلوم کیا جاتا کہ آپ کے پاس اسٹور میں کتنے بنڈل باقی ہیں؟ آپ ممتحنین میں سریع رفتار اور سست رفتار کتنے ہیں جو سریع ہیں تو ان کو اپنی مقررہ مقدار پوری کرنے کے بعد کچھ اضافی پرچے بھی دیئے جائیں تاکہ توازن برقرار رہے اور سست رفتار کو احساس ہو اور آئندہ سال کے لیے وہ ابھی سے تیاری کریں۔ ابتدائی دنوں جن ممتحنین کے پرچہ جات میں افراط وتفریط یا کوئی اور کمی آجاتی ان کو تنبیہ کرتے۔ ممتحن اعلیٰ تبدیل کردیتے لیکن جب کسی طریقے سے ان کے سدھرنے کی امید نہ ہوتی تو انکو احسن طریقے سے فارغ

کر کے ان کو نا اہل قرار دیدیا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ان کو عطائیگی کرائے سے محروم رکھا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ضابطوں پر اگر سختی سے عمل نہیں ہوگا تو یہ کھلواڑ بن جائے گا جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

روزانہ کی بنیاد پر فون کے ذریعے مرکزی دفتر کو یہاں کی کارکردگی کی اطلاع دی جاتی لیکن باہمی مشاورت سے یہ طے پایا کہ ہر کتاب کے دو چیک پرچے حضرت صدر الوفاق صاحب دامت برکاتہم کو کراچی بھیج دیئے جائیں، تاکہ حضرت بھی ہمارے کام کو دیکھ لیں۔ چنانچہ 34 پرچہ جات پر مشتمل ایک پیکٹ T.C.S کے ذریعے کراچی بھیج دیا۔ اور ان کے حاصل کردہ نمبرات اور الرقم اپنے پاس محفوظ کیا کہ اگر واپسی میں تاخیر ھو جائے تو ھمارے کام میں رکاوٹ نہ ھو۔

مارکنگ کے عمل کا آج دسواں دن ہے، جن ممتحنین کا کام اختتام کو پہنچ رہا ہے اور ان کی طرف سے جاری کشف الدرجات پر معاونین کی طرف سے بھی کوئی اعتراض نہ ہو تو ان کو رخصت کیا جائے اور ممتحنین اعلیٰ کو پھر یاد دلایا کہ معیار پر خاص نظر رکھی جائے، جب کام آخری مراحل میں داخل ہوتا ہے تو بعض حضرات رف طریقے سے پرچے چیک کرتے ہیں۔ جس سے طلبہ کے بہت بڑے نقصان کا اندیشہ ہے۔ جو ممتحن فارغ جو اس کے پاس وفاق المدارس العربیہ کے جو کارڈ وغیرہ ہیں ان سے جمع کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے۔ اس دورانیے میں مرکزی دفتر وفاق سے مستقل رابطے کرنے کی ذمہ داری مولانا نور المتین صاحب کی تھی۔

جملہ ممتحنین اعلیٰ اور ممتحنین و معاونین نے ہمارے ساتھ خوب تعاون کیا، انتہائی محبت، دوستی اور تعلق کی فضا تھی۔ نماز باجماعت میں جملہ حضرات کی حاضری بھی مثالی تھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سب کی مساعی کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین!۔

اراکین عاملہ و رکن امتحانی کمیٹی وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مولانا عبد المنان صاحب (رکن مجلسِ عاملہ)

مفتی سید عبد الرحیم حسینی صاحب (رکن امتحانی کمیٹی)

رُوداد مارکنگ پرچہ جات سالانہ امتحان 1445ھ مطابق 2024ء

بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان

جناب محمد سیف اللہ نوید
معاون ناظم مرکزی دفتر وفاق

وفاق المدارس کے سالانہ امتحان 1445ھ کی حل شدہ جوابی کاپیوں کی جانچ پڑتال اور نمبر لگانے کا نظم صوبائی سطح پر قائم کیا گیا تھا۔ اعداد و شمار درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	صوبہ	ممتحن	ممتحن اعلیٰ	معاون	معاون خصوصی	مجموعہ	تعداد خدام	کل افراد
1	بلوچستان	367	14	37	14	432	86	518
2	سندھ	552	22	55	22	651	130	781
3	خیبر پختونخوا	553	21	55	21	650	130	780
4	پنجاب	738	29	74	29	870	174	1044
	کل تعداد:	2210	86	221	86	2603	520	3123

صوبہ پنجاب میں مارکنگ کا عمل ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں مورخہ 11 فروری بروز اتوار بوقت صبح نو بجے سے جامعہ خیر المدارس ملتان میں شروع ہوا۔ اراکین امتحانی کمیٹی، ممتحنین اعلیٰ، ممتحنین اور معاونین وخدام سمیت گیارہ سو افراد اس عمل میں شریک رہے۔

یہاں پر مارکنگ کے عمل کی نگرانی حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب رکن امتحانی کمیٹی، حضرت مولانا شمشاد احمد صاحب رکن امتحانی کمیٹی اور حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ناظم مرکزی دفتر وفاق نے فرمائی۔

درجہ وار نگرانی فرمانے والے ممتحن اعلیٰ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب، حضرت مولانا سراج الحق صاحب، حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب، حضرت مولانا شہباز احمد صاحب، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا محمد ندیم خان

صاحب ،حضرت مولانا غلام عباس صاحب،مولانا محمد افتخار انور صاحب،حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب ،حضرت مولانا قاری محمود احمد صاحب،حضرت مولانا محمد ازہر صاحب،حضرت مولانا محمد اختر صاحب،حضرت مولانا محمد جمیل صاحب ،حضرت مولانا محمد قاسم صاحب،حضرت مولانا اصغر علی صاحب،حضرت مولانا مختار احمد صاحب،حضرت مولانا منیر احمد ریحان صاحب،حضرت مولانا معاویہ محمود صاحب،حضرت مولانا عزیز اللہ صاحب،حضرت مولانا محمد عباس صاحب،مولانا محمد رضوان صاحب،حضرت مولانا مفتی محمد عثمان صاحب،حضرت مولانا محمد صدیق مہر صاحب،حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب،حضرت مولانا ظہور احمد رحیمی صاحب،مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب،حضرت مولانا محمد اکرم شہزاد صاحب۔

گیارہ فروری بروز اتوار صبح نو بجے ممتحنین اعلیٰ حضرات نے اپنے اپنے ممتحنین سے مذاکرہ کیا اور کام کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔اس کے بعد گیارہ بجے حضرت ناظم اعلیٰ وفاق مدظلہم کی صدارت میں امتحانی کمیٹی اور ممتحنین اعلیٰ کا مشترکہ اجلاس ہوا۔بعد نماز ظہر، جامع مسجد خیر المدارس میں ممتحنین اعلیٰ اور ممتحنین کے مشترکہ اجتماع سے حضرت ناظم اعلیٰ وفاق مدظلہم نے خطاب فرمایا۔

حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم نے فرمایا کہ آپ کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں کہ آپ حضرات نے وقت دیا۔آپ کے تعاون سے اتنا بڑا نظم چلتا ہے۔ہم تمام اراکین امتحانی کمیٹی، ممتحنین اعلیٰ، ممتحنین اور کارکنان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم نے مارکنگ سے متعلق ہدایات بھی دیں۔انہوں نے فرمایا کہ مارکنگ کے معیار کو مزید بہتر بنانے اور نتائج کو شفاف ترین بنانے کے لیے مارکنگ کے نظم کو تقسیم کیا گیا ہے۔امید ہے کہ آپ حضرات پہلے سے زیادہ کڑی نگرانی فرما کر اس مقصد کے حصول کے لیے اہم کردار ادا کریں گے۔

مارکنگ کے دوران حضرت صدر وفاق دامت برکاتہم العالیہ نے بھی ممتحنین اعلیٰ و ممتحنین کے مشترکہ اجتماع سے آن لائن خطاب فرمایا۔جس میں انہوں نے مارکنگ سے متعلق خصوصی ہدایات دیں اور اس مشکل کام کو پوری محنت اور جانفشانی کے ساتھ انجام دینے پر خراج تحسین پیش کیا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

امتحانی کمیٹی اور ممتحنین اعلیٰ کا مشترکہ اجلاس روزانہ جامعہ خیر المدارس کے لائبریری ہال میں زیر صدارت حضرت ناظم اعلیٰ وفاق مدظلہم ہوتا جس میں ممتحنین اعلیٰ اپنے اپنے ممتحنین کی کارکردگی رپورٹ پیش کرتے اور پیش آمدہ اُمور پر مشاورت ہوتی مشترکہ اجلاس کے بعد اراکین امتحانی کمیٹی کا اجلاس ہوتا جس میں اہم اُمور پر غور وفکر کر کے فیصلہ کیا جاتا تھا اور اس کے مطابق ممتحنین اعلیٰ اور ممتحنین کو ہدایات جاری کر کے عملدرآمد کروایا جاتا تھا۔

جامعہ خیر المدارس ملتان میں مارکنگ کا مرحلہ 22 فروری بروز جمعرات بخیر وعافیت اختتام پذیر ہوا۔

صوبہ خیبر پختونخوا میں پرچوں کی جانچ پڑتال

مولانا مفتی سراج الحسن

مدارس دینیہ کے سب سے بڑے بورڈ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت سالانہ امتحانات کے کامیاب انعقاد کے بعد لاکھوں پرچوں کی جانچ پڑتال کا عمل دیگر صوبوں کی طرح خیبر پختون خوا میں بھی وفاق المدارس کے مرکزی نائب صدر اول حضرت مولانا انوار الحق صاحب کی سرپرستی اور ناظم وفاق المدارس العربیہ (کے پی کے) حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی نگرانی میں جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش پشاور صدر میں گیارہ روز تک جاری رہا، جس میں ساڑھے پانچ سو سے زائد ممتحنین نے حصہ لیا۔ ممتحنین کی خدمت کے لیے دو سو سے زائد معاونین کی تقرری عمل میں لائی گئی تھی۔ ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان ونگران مارکنگ حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے ہمراہ مجلس عاملہ کے رکن حضرت مولانا سید عبدالبصیر شاہ صاحب اور امتحانی کمیٹی کے رکن حضرت مولانا مفتی شوکت علی حقانی صاحب بھی فعال ومتحرک رہے۔ جبکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی نائب صدر اول حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی نقاہت، ضعف وپیرانہ سالی اور بیمار ہونے کے باوجود بھی کئی مرتبہ جامعہ امداد العلوم پشاور تشریف لائے اور امتحانی کمیٹی وممتحنین اعلیٰ کے مشترکہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔ حضرت کے فرزند ومعاون مولانا سلمان الحق صاحب بھی اس پورے عمل میں اکابرین کے ساتھ شریک سفر رہے۔ جبکہ ناظم مرکزی دفتر وفاق حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بھی دو مرتبہ اس عمل کا مشاہدہ کرنے کے لیے تشریف لائے۔

افتتاحی تقریب 12 فروری 2024 بروز پیر صبح نو بجے حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی صدارت میں جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش کے وسیع وعریض اور عالی شان مسجد میں منعقد ہوئی، جس میں جامعہ عثمانیہ پشاور کے مہتمم شیخ الحدیث والقرآن حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب زید مجدکم، رکن امتحانی کمیٹی حضرت مولانا حافظ شوکت علی حقانی صاحب مدظلہ العالی، رکن مجلس عاملہ حضرت مولانا سید عبدالبصیر شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ، جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر کے مہتمم حافظ محمد داؤد فقیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ، نمائندہ دفتر وفاق جناب عبدالمتین صاحب سمیت ممتحنین اعلی اور کثیر تعداد میں ممتحنین شریک ہوئے۔

ناظم وفاق المدارس صوبہ خیبر پختون خوا حضرت مولانا حسین احمد صاحب نیا پنے کلیدی خطاب میں صوبہ بھر سے آئے ہوئے ممتحنین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا کہ طلبہ وطالبات کا امتحان ختم ہوگیا اور اب ہمارا امتحان شروع ہوگیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہزاروں مدارس کے لاکھوں طلبہ وطالبات کی محنتوں کے ثمرات کی شکل میں نتائج کی تیاری کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں، آپ سب کی یہاں آمد یقیناً ایک دینی خدمت کے فریضے کی انجام دہی کے جذبے کے تحت ہوئی ہے، جو انتہائی قابل تحسین ہے۔ علماء ومدرسین کے اجتماع اور یکجا ہوکر ایک نظام میں مصروف ہونے سے جہاں کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہیں ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کا موقع بھی ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو اصول وضوابط ہیں ان کی پاسداری ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، امانت ودیانت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے طلباء وطالبات کے پرچوں پر اپنی منشاء یا مزاج سے نہیں بلکہ استحقاق کے قواعد کے مطابق نمبرات لگائے جائیں۔ انہوں نے ممتحن علماء کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ آپ کی حیثیت شاہد، امین اور قاضی کی ہے آپ نے تینوں حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے نمبرات لگانے ہیں۔ استحقاق سے زیادہ یا کم نمبر لگانا انصاف و عدل کے خلاف ہے، ہم نے ہر حال میں وفاق المدارس کے اصولوں کی مکمل پاسداری کرنی ہے۔ صوبائی ناظم صاحب نے اس موقع پر مارکنگ کے حوالے سے جملہ ہدایات بھی تفصیل سے بیان کیے۔

جامعہ عثمانیہ پشاور کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ پرچہ جات کی جانچ پڑتال مشکل کام ہے، آپ صرف ایک ممتحن نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے دینی مدارس کی نظامت تعلیم ونظامت امتحانات کا مستقبل وابستہ ہے۔ جب تک دیانت موجود ہو۔ تو کوئی بھی ہمارے نظام تعلیم وامتحانات پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ دینی مدارس کے نظام تعلیم پر ہمیں فخر ہے۔ نگران عملہ نے دوران نگرانی اپنے فرائض بخوبی سرانجام دیے۔ اب طلبہ وطالبات کی محنتوں کا نتیجہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ قرآن وسنت کی ترویج واشاعت اور اسلامی تعلیمات کو اصلی شکل میں محفوظ رکھنا دینی مدارس کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور الحمدللہ، دینی مدارس اپنے اس مقصد میں سو فیصد کامیاب ہیں۔ مادہ پرستی کے اس دور میں حکومتی سرپرستی اور امداد کے بغیر اپنے محدود وسائل کو بروئے کار لاکر دینی مدارس جو گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل قدر اور لائق تقلید ہیں۔

افتتاحی تقریب کے بعد وفاق المدارس کے سینئر نائب صدر وفاق حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی تشریف لائے اور تمام تر انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر حضرت نے جانچ پڑتال کے عمل اور دیگر جملہ انتظامات پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔ آپ نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ آپ سب حضرات گھریلو ضروریات کو

چھوڑ کر عظیم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وفاق ہمارے اکابر کی امانت ہے۔ وفاق المدارس کی شکل میں اکابر نے ہمارے لیے ایک گلدستہ چھوڑا ہے۔ اس کو مزید مستحکم اور ترقی دینے میں آپ حضرات کی محنتیں اور کوششیں قابل قدر ہیں۔ صوبائی ناظم وفاق المدارس حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی نگرانی میں جانچ پڑتال کا نظام اطمینان بخش ہے۔ اس موقع پر حضرت کے معاون خصوصی صاحبزادہ مولانا سلمان الحق صاحب، مولانا بلال الحق صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔

مورخہ 16 فروری بروز جمعہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلی حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ العالی سالانہ امتحان کے پرچوں کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں جامعہ امداد العلوم مسجد درویش پشاور تشریف لائے۔ امتحانی کمیٹی و ممتحنین اعلیٰ کے مشترکہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔ حضرت ناظم اعلیٰ وفاق مدظلہ العالی نے ممتحنین اعلیٰ اور امتحانی کمیٹی کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات کی زیارت کرنے سے دلی خوشی محسوس ہوئی۔ آپ نے مزید کہا کہ امتحانات کی طرح مارکنگ کا نظام بھی پورے ملک میں اطمینان بخش طریقے سے جاری ہے۔ ''وفاق المدارس'' مدارس کے لیے ہر لحاظ سے بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ سب حضرات عظیم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وفاق ہمارے اکابر کی امانت ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی مدارس دینیہ کا جال پھیلا ہوا ہے لیکن وہاں وفاق المدارس جیسے مضبوط ادارہ کی کمی ہے، یہ صرف پاکستان کی خصوصیت ہے۔ وفاق المدارس العربیہ مدارس دینیہ کے اتحاد و اتفاق کی علامت ہے۔ مدارس کے تحفظ کے لیے چھتری ہے۔ وفاق ہی نے دینی مدارس کو ایک نظام تعلیم اور نصاب تعلیم دیا ہے۔ مدارس کی بقا اور استحکام اللہ تعالی نے وفاق سے جوڑا ہے۔ وفاق اجتماعیت کا نام اور ہم سب کا مشترکہ اثاثہ ہے۔ یہ ہمارے اکابر کی امین جماعت ہے وفاق ہی کی وجہ سے آج مدارس کی قوت و آواز ایک ہے۔ ہم سب وفاق کے مفادات کے محافظ ہیں اور جملہ امور میں وفاق کے مفادات کی رعایت رکھیں گے۔ وفاق کے قواعد کی رعایت رکھیں گے تو وفاق مزید مستحکم ہوگا اور اہل مدارس اور طلبہ وطالبات کا اعتماد اور بھی بڑھے گا۔ آپ نے سینکڑوں ممتحنین کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ طلبہ وطالبات کے بعد اب ہماری کارکردگی کا بھی امتحان ہے۔ عدل وانصاف کے ساتھ امانت و دیانت کے تقاضوں کے مطابق نمبرات لگایا کریں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا امتحانی نظم مثالی اور قابل تقلید ہے۔ مارکنگ میں مصروف ہونے سے جہاں کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہیں ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کا موقع بھی ملتا ہے۔ ممتحن کی حیثیت شاہد، امین اور قاضی کی ہے آپ نے تینوں حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے نمبرات لگانے ہیں۔ استحقاق سے زیادہ یا کم نمبر لگانا انصاف وعدل کے خلاف ہے۔ (باقی صفحہ نمبر: ۳۰)

وفاق المدارس کے تحت صوبہ سندھ میں پرچوں کی مارکنگ

صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے کامیاب انعقاد کے بعد لاکھوں طلبہ وطالبات کے نتائج کی تیاریوں کے مراحل آغاز ہوگیا۔ لاکھوں پرچوں کی جانچ پڑتال کا عمل بیک وقت چار صوبوں میں مثالی نظم وضبط کے ساتھ جاری ہوا۔ پرچوں کی جانچ پڑتال کے مرحلہ کا جائزہ لینے کے لیے قائدین وفاق المدارس نیچاروں صوبوں کے مراکز کے دورے کیئے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے جامعہ دارالعلوم کراچی میں پرچوں کی جانچ پڑتال کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے ممتحنین اور منتظمین کے اجلاس سے اپنے خطاب میں کہا:

’’آج یہ بڑی دینی ذمہ داری آپ کو سونپی جارہی ہے۔ وفاق المدارس کے تحت جس طرح امتحان کا نظام شفاف اور معیاری ہوتا ہے اسی معیار کو نتائج کی تیاریوں کے تمام مراحل میں برقرار رکھنے کو یقینی بنایا جاتا ہے، انہوں نے کہا کہ گیارہ دنوں تک مسلسل یکساں انداز میں جانچ پڑتال کرنا آپ سے اعلیٰ کارکردگی کا تقاضا کرتا ہے، آپ حضرات کا انتخاب آپ کی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ اپنی تمام فنی وتیکنیکی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔

اس موقع پر ناظم وفاق صوبہ سندھ مولانا امداداللہ یوسف زئی، اراکین امتحانی کمیٹی مولانا راحت علی ہاشمی اور مفتی انس عادل، مولانا محمد انور، مولانا عبدالرحمٰن، مفتی محمد زکریا، مولانا حنیف خالد، مولانا عبدالجلیل، مولانا عبدالرحیم سمیت دیگر ممتحن اعلیٰ اور منتظمین بھی موجود تھے۔ پرچوں کی جانچ پڑتال کے دوسرے روز وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم اور مرکزی ناظم دفتر مولانا عبدالمجید نے کراچی کا دورہ کیا اور جامعہ دارالعلوم کراچی میں پرچوں کی جانچ پڑتال کے عمل کا مفصل جائزہ لیا۔ اس موقع پر سیکڑوں ممتحن علماء سے مولانا محمد حنیف جالندھری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب امتحان کے بعد نتائج کی تیاری اور پرچوں کی جانچ پڑتال کے عمل میں تمام اصول وضوابط کو مدنظر رکھا جائے، مثالی نظم امتحانات کے بعد بروقت اور شفاف نتائج

کے مراحل میں ہماری کارکردگی اور معیار برقرار رکھنا تمام ذمہ داران کیلئے ایک امتحان ہے۔انہوں نے کہا کہ وفاق المدارس ہمارے اکابر کی امانت ہے، ہمارے ہزاروں مدارس اور لاکھوں طلباء و علماء اس اجتماعی نظم کا حصہ ہیں۔اجتماعیت، یگانگت اور یکسانیت سے جس طرح ہمارے مثالی نظم کے تحت امتحان ہوتا ہے اسی یک نظام کے تحت نتائج کی تیاری کے مراحل بھی طے کئے جائیں گے،انہوں نے مزید کہا کہ بائیس سو سے زائد علماء و معاونین آج الگ الگ چاروں صوبوں میں ہونے کے باوجود ایک مربوط جامع نظام سے منسلک ہیں۔جو یقیناً ہمارے اراکین و منتظمین کی شبانہ روز کی کاوشوں کا ثمرہ ہے،انہوں نے کہا کہ ریکارڈ تعداد میں شرکائے امتحان کے باوجود ان شاءاللہ اپنی سابقہ حسین روایت کو سامنے رکھتے ہوئے بروقت نتائج کے اجراء کی کوششیں کی جائیں گی۔

اس موقع پر ناظم سندھ مولانا امداداللہ یوسف زئی نے پرچوں کی جانچ پڑتال کے حوالہ سے ممتحنین کو ہدایات جاری کیں، ممتحنین کے عمومی اجلاس سے خطاب کے بعد ناظم اعلی مولانا محمد حنیف جالندھری کی سربراہی میں اراکین امتحانی کمیٹی اور ممتحن اعلی حضرات کا مشترکہ اجلاس بھی ہوا۔جس میں مولانا امداداللہ یوسف زئی،مولانا راحت علی ہاشمی،مفتی انس عادل،مولانا عبدالمجید،مولانا محمد انور،مولانا یونس قاسمی،مفتی محمد زکریا،مولانا عبدالرحمٰن،مولانا حنیف خالد،مولانا محمد زادہ،مفتی عمران ممتاز،مولانا عبدالواحد،مولانا عبدالجلیل،مولانا عبدالرحیم سمیت دیگر حضرات بھی شریک ہوئے۔اجلاس میں ممتحن اعلی حضرات نے اب تک ہونے والے جانچ پڑتال کی رپورٹ پیش کی اور ناظم اعلی وفاق المدارس نے ممتحنین حضرات کی دوروزہ کی انفرادی کارکردگی کا جائزہ بھی لیا،اور تمام انتظامات کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے ممتحن اعلی اور منتظمین کی خدمات کو سراہا۔

ملتان جامعہ خیر المدارس میں صوبہ پنجاب کے ایک ہزار سے زائد علماء لاکھوں پرچوں کی جانچ پڑتال میں مصروف عمل ہیں۔ناظم اعلی وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا محمد حنیف جالندھری کی سربراہی میں اراکین امتحانی کمیٹی مولانا حامد حسن،مولانا شمشاد احمد،مولانا عبدالغفار،مرکزی ناظم دفتر مولانا عبدالمجید کی نگرانی میں نتائج کی تیاری کے مراحل کا سلسلہ جاری رہا۔مرکزی دفتر وفاق کے مستعد عملے نے بھی اس دوران نہایت جانفشانی سے اپنے مفوضہ امور انجام دیے۔ان کی محنت وکاوش اس سلسلے میں کسی سے کم نہ تھی۔

☆......☆......☆

!